دیوانِ غالبؔ

(نسخۂ حمیدیہ)

مرزا اسداللہ خان غالبؔ

تصحیح و اضافۂ حواشی: جویریہ مسعود

نظرِ ثانی: اویس قرنی، اعجاز عبید

فہرست

حرفِ چند

جویریہ مسعود

ایک سال پہلے کی بات ہے میں نے اردو گوگل سرچ میں "دیوانِ غالب" لکھا اور میں اردو ویب ڈاٹ آرگ کے فورم "محفل" پر موجود تھی۔ یہ کیا؟ یہاں تو سارا دیوانِ غالب لکھا موجود تھا۔ میں نے ورق گردانی بلکہ پیج گردانی جاری رکھی۔ "محفل" میں دیوان غالب کے ساتھ ساتھ اور بہت سی کتابیں آن لائن تھیں۔ نہ صرف کتابیں بلکہ اردو کمپیوٹنگ کے حوالے سے بھی بہت کچھ موجود تھا، اردو فانٹس، اردو، پشتو اور عربی صوتی کی بورڈز، انگریزی اصطلاحات کے اردو ترجمے۔ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہ کون لوگ ہیں جو اس نفسا نفسی کے دور میں جب نیٹ صرف چیٹینگ اور غیر اخلاقی سائٹس کی سرفنگ کا ذریعہ بن کے رہ گیا ہے، اردو کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس محفل کو جوائن کرنے کے سوا مجھے چارہ ہی نہیں تھا اور یوں 19 اپریل 2006 کو اس محفل کی رکن بن گئی اور گپ شپ کے دھاگوں پر مصروف ہو گئی۔ گپ شپ کے دھاگوں میں غالب کے اشعار پوسٹ کرنے لگی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اسی محفل پر دیوانِ غالب کی پروف ریڈنگ بلکہ تصحیح اور اضافے کا کارِ گراں مجھے کرنا پڑے گا۔ مجھے یہ کام کیسے سونپا گیا اور میں نے اسے کیسے سرانجام دیا؟ اس تفصیل کا نہ موقعہ ہے اور نہ آپ کے ساتھ اس تفصیل کے جاننے کا وقت۔ بہر حال دیوانِ غالب نسخۂ اردو ڈاٹ ویب اب نہ صرف محفل کے وکی بلکہ اردو وکیپیڈیا پر بھی موجود ہے۔

محفل پر ہی میری ملاقات ایک نابغۂ روزگار شخصیت سے ہوئی۔ میں نے ان کے لیے نابغۂ روزگار ترکیب استعمال کر کے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ کونسا میدان ہے جس کے وہ شہسوار نہیں۔ ارضیات کے ماہر، بہترین نثّار، مزاح نگار، شاعر، علمِ عروض کے ماہر، اردو کمپیوٹنگ کے بانیوں میں سے ایک، فانٹس اور صوتی کی بورڈز بنانے کے ماہر۔ آن لائن کتابوں کے دو دو سائٹس کے روح رواں، انٹرنیٹی ادبی میگزین سہ ماہی "سمت" کے مدیر۔ غرض کونسا شعبہ ہے جس کے وہ ماہر نہیں۔ میرا تو دل کرتا ہے کہ ان کو "بابائے اردو کمپیٹنگ" کا خطاب دوں۔ جی ہاں۔ بابائے اردو کمپیوٹنگ جناب اعجاز عبید المعروف اعجاز اختر۔

مجھے فخر ہے کہ غالب پر کام کرنے موقعہ مجھے ان کی زیر سرپرستی ملا۔ حق تو یہ ہے کہ ان کی سرپرستی اور شفقت کے بغیر میں نہ متداول دیوان پر کام کر سکتی تھی اور نہ میں اس قابل ہوتی کہ اس نسخۂ حمیدیہ کو آن لائن لا سکتی۔ ان ہی کے "ہل من مزید" کے نعرے نے مجھے مجبور کیا کہ اس نادر کتاب کو ٹائپ کروا کر اور اس کی تصحیح کرنے کے بعد آئن لائن لا سکوں۔

میں جانتی ہوں کہ عام قاری کو نہ غالب سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ غالب کے مسترد کردہ دیوان (نسخۂ حمیدیہ) سے اور نہ ہی مجھے یقین ہے کہ کوئی نیٹ پر کتابیں پڑھنے آتا ہے مگر پھر بھی اس دیوان کو آئن لائن لانے پر میں کوئی غلطی نہیں کر رہی۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے وطن سے میلوں دور غالب کو پڑھنے، سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ہمہ وقت سر گرداں ہیں جیسے کہ امریکہ کے پروفیسر سید تفسیر احمد جو آج کل دیوانِ غالب کی تشریح پر ایک آن لائن کتاب لکھ رہے ہیں۔ اردو کتابیں ان کے دسترس سے باہر ہیں مگر انشاء اللہ ایک دن ضرور آئے گا کہ ان سب کے لیے محفل کے وکاوکی، محفل کے اردو ڈجیٹل لائبریری، اعجاز اختر کی کتابیں ڈاٹ آئی فاسٹ نیٹ ڈاٹ کام☆ جیسے ویب سائٹس پر ہر قسم کی کتاب آن لائن موجود ہو گی۔

اس کتاب کو ہم نے بعینہٖ ویسا ٹائپ کیا ہے جیسا کہ چھپی ہوئی کتاب تھی۔ البتہ چند الفاظ و تراکیب کو جدید املا سے ہم آہنگ کرنے کی سعی ضرور کی ہے جیسے " دِلہا" کو "دل ہا" "غلطیہاے" کو "غلطی ہائے" " بوے گل" کو "بوئے گل" کیا ہے تاکہ پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی رہے۔ جہاں ضروری سمجھا، کچھ نوٹس میں نے بھی دیے ہیں مگر بقولِ غالب:

حق تو یوں ہے حق ادا نہ ہوا

جویریہ مسعود

سوات، پاکستان

14 اپریل 07

☆اب برقی کتابیں

http://kitaben.urdulibrary.org

پر دستیاب ہیں۔ اع

***

تعارف

اعجاز عبید

جویریہ مسعود، یا جوجو ہی کہوں، میں جس نام سے ان محترمہ کو پکارتا ہوں۔ لیکن محترمہ؟ نہیں احترام تو محض ان ہی معنوں میں جس طرح کا احترام اپنے بچوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ بیٹی جویریہ نے یہاں بھی میرے تئیں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے جس کے لئے میں اس کا کوئی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

غالب سے عقیدت تو کس اردو والے کو نہیں ہو گی، اور جب معاملہ ایسا ہو کہ اس کو ٹائپ کر کے آن لائن کیا جائے، تو اردو محفل کے ارکان سامنے آئے اور تقریباً میری نگرانی میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ متداول دیوان (اردو ویب اڈیشن) تیار ہونے پر بھی جوجو نے بس نہیں کیا، کچھ مزید کلام انہوں نے شامل کیا اور اس طرح دیوانِ غالب کا 'رویژن' ہوتا ہی رہا، نسخۂ حمیدیہ میں سے کچھ اشعار ہی ہم نے اس نسخے میں شامل کئے تھے۔ یہ جوجو کا ہی کارنامہ ہے کہ اس نے مکمل نسخہ حمیدیہ اپنے خرچ پر ٹائپ کروایا، اور اس طرح مہیا کیا۔ اس سلسلے میں میں صرف پروف ریڈنگ کی حد تک ذمہ دار ہوں۔ اس نسخے میں اگر اب بھی کچھ اغلاط رہ گئی ہیں، تو اس کا ذمہ میں تنہا لیتا ہوں۔ اور اگر مواد میں کچھ کمی بیشی ہے تو اس کی پوری طرح ذمہ دار میری بیٹی جوجو ہے، میں بری الذمہ!!

بہر حال یہ کتاب جو نتیجتاً سامنے آئی ہے، وہ آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ میں مزید جوجو کی اس کتاب کے اور آپ کے بیچ نہیں آنا چاہتا۔

اعجاز عبید

☆☆☆

دیباچہ

پروفیسر حمید احمد خان

مرزا غالب کی وفات کے پچاس سال بعد بھوپال کے کتب خانۂ حمیدیہ میں دیوانِ غالب کا سب سے پہلا نسخہ[1] ایک خوش نما مخطوطے کی صورت میں دستیاب ہوا۔ اس دریافت نے اُس زمانے کے ادبی حلقوں میں ایک سنسنی سی پیدا کر دی کیونکہ غالب کا پہلا دیوان اُس بے دریغ قطع و برید کے باعث، جس کا ذکر حالی، آزاد اور خود غالب نے کیا ہے، محض ایک ادبی حکایت بن کر رہ گیا تھا۔ اب جو یہ پورا دیوان غیر مترقبہ طور پر میسر ہو گیا تو اکثر اہلِ ذوق نے اس کی طباعت و اشاعت کا خیر مقدم کیا، اگرچہ بعض لوگوں کو اعتراض ہوا کہ جو اشعار مرزا غالب نے خود رد کر دیے تھے، اُنہیں اس طرح نشر کر کے گڑے مردے اکھیڑنا کیا ضرور ہے۔ بااین ہمہ بھوپال کے ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم، ضیاء العلوم مفتی محمد انوار الحق، کے فہمِ سلیم نے صحیح فیصلہ کیا اور دیوانِ غالب کا یہ نسخہ جو نواب محمد حمید اللہ خان[2] کے اعزاز میں "نسخۂ حمیدیہ" کہلایا، مفتی صاحب کے اہتمام سے مخطوطے کی کتابت کے ٹھیک ایک صدی بعد 1921ء میں شائع ہو گیا۔

قلمی دیوان کی کتابت نومبر ۱۸۲۱ء میں تکمیل کو پہنچی تھی۔ اس دیوان کے آخری صفحے پر دیوان کی آخری رباعی کی بعد سرخ روشنائی میں یہ خوش خط تحریر ملتی ہے:

دیوان من تصنیف مرزا صاحب[3] و قبلہ

المتخلص بہ اسد و غالب سلمہم ربہم

علیٰ ید العبد المذنب حافظ معین الدین

بتاریخ پنجم شہر صفر المظفر 1237

من الہجرت النوبیہ[4] صورتِ اتمام یافت

دیوان کے آغاز سے پہلے جلد کے اندر حسبِ دستور جو سادہ اوراق لگائے گئے ہیں، اُن میں سے دو پر مولوی محمد فضل حق کے نام مرزا غالب کے فارسی مکتوب بہ صنعتِ تعطیل (مشمولہٴ پنج آہنگ) کی بد خط نقل ہے۔ دیوان کے مندرجات کی ترتیب یوں ہے: پہلے 4 قصائد ہیں، پھر 275 غزلیات اور ان کے بعد 11 رباعیات۔ آخری رباعی ہے: "مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل"۔ چونکہ صرف یہی رباعی اور اس کے نیچے حافظ معین الدین کی مندرجہٴ بالا اختتامی تحریر آخری صفحے پر آئی ہے، اس لیے صفحے کا تقریباً دو تہائی حصہ خالی رہ گیا ہے۔ خالی جگہ میں فوجدار محمد خاں5 کی 1648ھ کی مُہر ثبت ہے جس سے کم از کم یہ واضح ہوتا ہے کہ فوجدار محمد خاں کے کتب خانے میں یہ دیوان تاریخ کتابت کے گیارہ بارہ برس بعد پہنچا۔ اسی بنا پر مفتی انوار الحق کا یہ قیاس محل نظر ہے کہ قلمی دیوان "غالباً رئیس وقت نواب غوث محمد خاں صاحب کے بیٹے میاں فوجدار محمد خاں صاحب کے لیے لکھا گیا تھا"۔6 یہ امر بھی مشتبہ، بلکہ بعید از قیاس ہے کہ دیوان کے حاشیے کے اضافے اور متن کی اصلاحیں 1648ھ کے بعد معرضِ تحریر میں آئیں، یا دیوان کا یہ نسخہ بھوپال پہنچنے کے بعد مزید اندراجات کے لیے پھر کبھی دہلی بھیجا گیا۔ گمانِ غالب ہے کہ قلمی دیوان میں حاشیے کے اضافے اور متن کی ترمیمات 1237ھ اور 1248ھ کے درمیان درج ہو چکی تھیں اور دیوان ان ترمیمات و حواشی کے ساتھ ہی بھوپال پہنچا۔ بھوپال کے نسخے اور دیوان غالب کے اس مخطوطے کو، جو حافظ محمود خاں شیرانی مرحوم کے مجموعہٴ کتب میں شامل ہے7، اگر ملا کر پڑھیے تو اندازہ ہوتا ہے کہ بھوپال کے قلمی نسخے میں حاشیے کے اضافے غالب کے سفرِ کلکتہ پر روانہ ہونے سے پہلے، یعنی 1826ء تک، تصنیف ہو چکے تھے۔ معنوی طور پر بھی ان میں بہت سے اشعار ایسے ملتے ہیں جو غالب کی پختگیِ فکر کے کسی دور (مثلاً 1832۔33ء کے بعد) سے منسوب نہیں کیے جا سکتے۔

مفتی انوار الحق کا نسخہ شائع ہوا تو یہ حقیقت مخفی نہ رہی کہ مطبوعہ نسخہ قلمی نسخے کی صحیح نقل نہیں ہے۔ اس بارے میں شاید سب سے بڑی قباحت یہ ہوئی کہ مفتی صاحب کے نسخے میں کئی جگہ حاشیے کے اندراجات اور متن کے درمیان ضروری امتیاز قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ صحیح صورت حال کی دریافت کے لیے قلمی نسخے کا معائنہ ضروری ہو گیا۔ اواخرِ اگست 1937ء میں حیدر آباد دکن کے ایک سفر سے واپس لاہور آتے ہوئے میں بھوپال گیا اور سرکاری کتب خانے میں بیٹھ کر مطبوعہ نسخے اور قلمی نسخے کے اندراجات کا مقابلہ کرتا رہا۔ اس موقع پر مجھے اندازہ ہوا کہ حواشی اور متن کا فرق ملحوظ نہ رہنے سے قطع نظر، مطبوعہ نسخے میں ایک بڑا فتور یہ پیدا ہوا ہے کہ قلمی نسخے میں غزلیات کی ترتیب مطبوعہ نسخے تک پہنچتے پہنچتے کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ مثلاً مخطوطے کی پچیسویں غزل (بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا) مطبوعہ نسخے کے صفحہ 33 پر شروع ہوتی ہے اور اس غزل سے اگلی، یعنی چھبیسویں، غزل (نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بے وفائی کا) مطبوعہ نسخے کے صفحہ 12 پر۔ یہ صورت حال دیکھ کر میرے لیے لازم ہوا کہ میں اپنی پوری توجہ دو باتوں پر مرکوز رکھوں: اول یہ کہ قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح

ترتیب معین کروں اور دوم یہ کہ حاشیے اور متن کے اندراج کے معاملے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں کے درمیان جہاں جہاں اختلاف ہے، اُس کے متعلق مفصل یادداشتیں لے لوں۔ افسوس ہے کہ وقت کی کوتاہی کے باعث میرے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ مخطوطے کے ہر شعر اور مصرع کو لفظ بلفظ دیکھ لیتا۔ تاہم یہ واقعہ ہے کہ ترتیبِ منظومات کی تصحیح اور حواشی کی تشخیص کرتے ہوئے مطبوعہ نسخے کے کاتب کی لفظی فروگذاشتوں پر جا بجا نظر پڑی۔ ان کا ذکر قارئین کو حسبِ موقع دیوان کے متعلقہ صفحات پر حاشیے کے اشارات میں ملے گا۔ 1921ء کا نسخۂ حمیدیہ بھوپال کے قلمی دیوان کی پہلی مطبوعہ نقل ہے۔ افسوس ہے کہ قلمی دیوان سے انحراف کی جتنی مختلف قسمیں تصور میں آ سکتی ہیں وہ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں موجود ہیں، بجز اس ایک صورت کے کہ قلمی دیوان کا شاید کوئی شعر مطبوعہ نسخے سے حذف نہیں ہوا۔ تاہم قلمی دیوان کے پیشِ نظر نہ ہوتے ہوئے مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے پر تکیہ ناگزیر ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے نسخے کی تیاری میں مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے کے متن کو بنیادی متن قرار دیا ہے لیکن قلمی نسخے سے لی ہوئی یادداشتوں کی روشنی میں یا کسی دوسری قابل اعتماد شہادت کے سہارے مطبوعہ نسخے سے جا بجا انحراف کیا ہے۔ اس قسم کے انحراف کے حوالے قارئین کو آئندہ صفحات میں بکثرت ملیں گے۔ ان حوالوں کی موجودگی سے درگزر کیجیے تو اس زیر نظر نسخے کا متن بھوپال کے مخطوطے کی ہو بہو نقل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں نہ صرف بعد کی سب اصلاحیں بلکہ وہ پوری کی پوری غزلیں بھی شامل ہیں جن کا بھوپال کے مخطوطے میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ اس طرح گو قارئین کو متداول دیوان کا الگ نسخہ مقابلے کے لیے پاس رکھنے کی ضرورت نہ رہی لیکن ابتدائی اور آخری دور کے کلام کے ساتھ ساتھ چھپنے کی وجہ سے بھوپال کے مخطوطے کے علیحدہ وجود کا تصور وضاحت سے قائم نہ رہ سکا۔ میں نے آئندہ اوراق میں بھوپال کے مخطوطے کی نقل پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور متداول دیوان سے اس ابتدائی متن کا مقابلہ خود قارئین کی بینش و دانش پر چھوڑا ہے۔

اس نسخے کی تیاری کے کام میں مجھے اپنی 1938ء کی یادداشتوں کے ناکافی ہونے کا بار بار احساس ہوا۔ بعض موقعوں پر مجھے مولانا امتیاز علی عرشی کے مرتبہ دیوان (علی گڑھ، 1958ء) اور پروفیسر محمود شیرانی کے دریافت کردہ قلمی دیوان سے گراں قدر مدد ملی، جس کا میں بصد شکریہ اعتراف کرتا ہوں۔ قارئین کو آئندہ صفحات میں "نسخۂ عرشی" اور "نسخۂ شیرانی" کے جو حوالے ملیں گے، ان سے علی الترتیب یہی مطبوعہ اور قلمی دیوان مراد ہیں۔

آج سے تیس برس قبل جب میں غالب کے پہلے اُردو دیوان کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بھوپال پہنچا تو یہ بات میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہ گزری تھی کہ اس مخطوطے کی صحیح نقل مرتب کرنے کی ذمہ داری کبھی مجھ پر آ پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ 1938ء میں قلمی دیوان کے معائنے کے بعد جو یادداشتیں میں نے قلم بند کیں، ان کی اصل حیثیت ذاتی حوالے کے اشارات سے زیادہ نہ تھی۔ ان اشارات کا مصرف اُس وقت میرے نزدیک محض یہ تھا کہ میں اپنی اطلاع کے لیے کبھی کبھی حسبِ ضرورت انہیں دیکھ سکتا تھا۔ سالہا سال میں اسی خیال میں رہا مگر کچھ عرصہ ہوا ہندوستان کے بعض غالب شناس احباب نے مجھے لکھا کہ بھوپال کا مخطوطہ کتب خانۂ حمیدیہ سے غائب ہو گیا ہے۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ جن یادداشتوں کو میں

نے ذاتی ذخیرۂ معلومات کی حیثیت دے رکھی تھی، وہ دوسروں کے لیے بھی موجبِ دل چسپی ہوں گی، کم از کم اُس وقت تک کہ بھوپال کا گم شدہ مخطوطہ دوبارہ ہاتھ نہ آ جائے۔ یہ نسخہ جواب شائع ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھوپال کے مخطوطے کی صحیح نقل ہے کہ اس کے متن میں صرف وہی مضمون آیا ہے جو حافظ معین الدین کے لکھے ہوئے دیوان کے متن میں ملتا ہے اور قلمی دیوان کے حاشیے کے اندراجات یہاں بھی حواشی کی صورت میں دیے گئے ہیں۔ قصائد، غزلیات اور رباعیات کی ترتیب اور پھر ہر رباعی، غزل اور قصیدے میں اشعار کی ترتیب بعینہٖ بھوپال کے قلمی نسخے کے اندراجات کے مطابق ہے۔۔ املا میں البتہ قلمی نسخے کے بجائے مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے کا تتبع کیا گیا ہے۔ قلمی نسخے کے کاتب یا کاتبوں کے ڈیڑھ سو برس پرانے املا کا بجنسہٖ اختیار کرنا مجھے مناسب معلوم نہیں ہوا، اگرچہ کہیں کہیں میں نے حسب ضرورت ان کاتبوں کی خصوصیاتِ تحریر کا ذکر کیا ہے۔ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخے میں بڑی حد تک جدید اصولِ کتابت ملحوظ رکھے گئے ہیں اور جا بجا اضافت کا استعمال ہوا ہے جو بجائے خود قلمی نسخے کے املا سے انحراف ہے۔ مگر بحالاتِ موجودہ انحراف کی یہ صورت قبول کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ تجدیدِ املا سے قطع نظر، میں نے لفظی اختلاف کے معاملے میں ہر موقع پر قلمی نسخے کے اندراج کا لحاظ کیا ہے۔ مثلاً متداول دیوان کی مشہور غزل: "آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک" کے اکثر اشعار قلمی دیوان کے متن میں موجود ہیں، مگر قلمی دیوان میں اس غزل کی ردیف "ہوتے تک" ہے۔ میں نے مطبوعہ نسخے سے اختلاف کرکے یہی آخر الذکر صورت اختیار کی ہے، کیونکہ گو اکثر قارئینِ غالب کے لیے اب "ہونے تک" کے بجائے "ہوتے تک" کہنا ناگوارِ خاطر ہے لیکن بآثارِ ظاہر اس ردیف کی اصلی صورت وہی تھی جو بھوپال کے قلمی دیوان میں ملتی ہے۔

بھوپال کے مخطوطے کے مطالعے سے قاری کے ذہن میں متعدد سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سلسلۂ سوالات قدرۃً مخطوطے کی اس مطبوعہ نقل میں بھی منتقل ہو گیا ہے۔ ان سوالات میں سے بعض کی نوعیت محض ادبی ہے اور بعض کی خالصۃً تحقیقی۔ ادبی نوعیت کے سوالات اُن مغلق فارسی ترکیبوں (مثلاً "ہوس گستاخیِ آئینہ" یا "وادیٔ جوہر غبار") کے متعلق پیدا ہوتے ہیں جن کی ابتدائی کلام میں بتدریج غالب کے نئے اندازِ بیان کو ملنے لگتی ہے۔ ان ادبی سوالات سے قطع نظر، کچھ اور سوالات ذہن میں آتے ہیں جن کے جواب مل جائے تو ممکن ہے کچھ نئے نتائج مستنبط ہوں۔ مثلاً دیوان کے متن میں کتنی غزلیں "اسد" تخلص کی ہیں اور کتنی "غالب" تخلص کی8؟ حاشیے کے اندراجات میں غالب یا اسد تخلص کتنی بار استعمال ہوا ہے؟ اس قسم کے سوالات کا جواب قلمی نسخے ہی میں آسانی سے مل جاتا ہے۔ مگر بعض اور مسائل ہیں جن کی تفتیش کے لیے یارانِ نکتہ داں کو صلائے عام دیے بغیر چارہ نظر نہیں آتا۔ "عبد العلی"، "عبدالصمد مظہر" اور "آغا علی"، جنھوں نے گاہ بگاہ دیوان کے کسی شعر پر صاد کیا ہے، کون حضرات ہیں؟ اور پھر حافظ معین الدین، جنھوں نے پورا دیوان خوش خط لکھا، کون تھے؟ ان لوگوں سے غالب کو دورِ شباب میں کیا اور کسی قسم کا تعلق رہا؟ غالب نے بعض مقطعوں میں اپنے آپ کو دہلی کا باشندہ ظاہر کیا ہے، لیکن کسی جگہ دہلی میں اپنے قیام کو عارضی اور مسافرانہ بھی قرار دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ نسخۂ حمیدیہ کی کون سی غزلیں قیامِ آگرہ کے دوران میں لکھی گئیں اور کون سی اُس زمانے میں جب مرزا غالب بالآخر آگرہ چھوڑ کر مستقل طور پر دہلی چلے آئے؟ اس قسم کے کئی پیچیدہ مسائل ابھی تک حل طلب ہیں اور عجب نہیں کہ ہمیشہ حل طلب

رہیں۔ میری رائے میں یہ دیباچہ، جس کا مقصد بھوپال کے قلمی نسخے کا تعارف ہے، ان دقیق مسائل اور تفصیل طلب مباحث کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہ گتھیاں سلجھانے کے لیے تنقید و تحقیق کے علیحدہ باب کھولنے کی ضرورت ہے۔

دیوان کے مطبوعہ اوراق سامنے آئے تو اندازہ ہوا کہ صحتِ طباعت کے لیے پوری کوشش کے باوجود متن میں، اور خود اپنے لکھے ہوئے حواشی میں، جا بجا غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ایک "صحت نامۂ اغلاط" دیوان کے آخر میں دیا جا رہا ہے9۔ قارئین سے درخواست ہے کہ صحت نامہ سامنے رکھ کر غلطیوں کی تصحیح فرما لیں۔

اس نسخے کی ترتیب و اہتمام میں عزیزم گوہر نوشاہی جس طرح میرا ہاتھ بٹاتے رہے اس سے کام کی ہر منزل میرے لیے آسان اور خوش گوار بن گئی۔ نسخۂ شیرانی اور نسخۂ عرشی میں سے اکثر حوالے میرے لیے گوہر نوشاہی صاحب نے تلاش کیے اور شروع سے آخر تک سب پروف بڑی احتیاط سے دیکھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مشکل اشعار کے معنی سمجھنے کی پر لطف کوشش میں وہ برابر میرے ساتھ شریک رہے۔ محبِ مکرم سید امتیاز علی تاج کا شکریہ بھی واجب ہے جن کی تحریک اور ترغیب و اصرار کے بغیر یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔

(فروری ۱۹۶۹ء) (حمید احمد خان)

مزید:

اوپر میں نے کتاب کے غلط نامے کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں میری ایک خطا ایسی ہے جسے منجملۂ اغلاطِ فواحش قرار دیے بغیر چارہ نہیں۔ بھوپال کے قلمی نسخے میں بعض غزلیں ایسی ہیں جو متن میں شامل ہونے کے باوجود کسی مغالطے کے باعث حاشیے پر بھی نقل کی گئی ہیں۔

مثلاً یہ غزل: "نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا" متن میں یہ چونتیسویں غزل ہے۔ اسے غزل 33 (کس کا خیال آئینۂ انتظار تھا) اور غزل 35 (زبس خوں گشتۂ رشک وفا تھا وہم بسمل کا) کے درمیان آنا چاہیے تھا مگر اس غزل کے ساتوں شعر اس سے پہلے غزل 20 (نالۂ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا) کے حاشیے میں بھی درج ملتے ہیں۔ میں نے اس صورتِ حال سے دھوکہ کھا کر اس غزل کو (کسی عالم سر گشتگی میں) متن سے حذف کر دیا۔ اب دیوان کے طبع ہو جانے کے بعد اس پر پھر نظر ڈالی تو یہ غلطی علم میں آئی۔ حضرات قارئین میری اس لغزش سے در گزر فرما کر صفحہ 47 کے حاشیے کے ساتوں اشعار صفحہ 59 پر متن میں بھی درج فرما لیں۔

ان سب کوششوں کے باوجود (دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ) دیوان کی عبارت غلطیوں سے پاک نہیں ہو سکی۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ قلمی دیوان کے متن میں حافظ معین الدین نے جو اغلاط کتابت ابتداءً داخل کیں اور دیوان کے حواشی پر موٹے قلم والے بد خط کاتب (غالباً عبدالصمد مظہر) نے اپنی بے بضاعتی اور بے احتیاطی کے باعث جو گل کھلائے، اُن سب پر مفتی انوار الحق کے نسخے کے کاتب نے دہ چند اضافے کیے۔ باایں ہمہ، میں نے بدرجۂ مجبوری اس اصول کی پابندی کی ہے کہ جب تک بھوپال کا مخطوطہ دوبارہ دستیاب نہ ہو، مفتی انوار الحق کے شائع کردہ نسخے کی عبارت سے بلا وجہِ موجّہ انحراف نہیں کرنا چاہیے۔

ح۔ا۔خ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد

1

بہرِ ترویحِ10 جنابِ والیِ یوم الحساب
ضامنِ تعمیرِ قصرستانِ دل ہائے خراب
جرم بخشائے کہ گر جو شد بہارِ رحمتش
بر فنائے خویش لرزد چوں دلِ مجرم عذاب
رافتش اعدائے او را در شمارِ سالِ عمر
نعلِ واژوں بندد از ناخن بر انگشتِ حساب
نوح عمرے ماند طوفانی بہ بحرِ وحدتش
تا سر و زانو بہ موجے باخت مانندِ حباب
نغمہ چوں خوں در رگِ ابریشمِ ساز افسرد
ہیبتِ نہیبش اگر جو شد بوضعِ احتساب
بارگاہش را ز خورشید است خشتِ آستاں

شمعِ بزمش راست گلگیر از دو لختِ ماہتاب

ہم چمن زارِ ازل را قدرتش رنگ آفریں

ہم گلستانِ ابد را خوئے جاں بخشش سحاب

بہرِ ترویحِ جنابِ اقدسے کز حکمِ او

صیقلِ آئینہ بر نورِ نظر ریزد حجاب

آستائش بر نشان گاہِ جلالے کز ادب

حلقۂ بیرونِ در گردیدہ چشمِ آفتاب

در پناہِ عفّتش حورانِ جنت را ہنوز

پنبہ روزن بود چشمِ سفیدِ ماہتاب

سایہ اش جز در حریمِ قدس نتواں یافتن

کز شکستِ رنگِ امکاں عصمتش دارد نقاب

بہرِ ترویحِ خدائے از دو عالم رستگاں

عابدِ اللہ و معبودِ خلائق بوتراب

مہرباں پیرے کہ بہرِ دیدنِ ماہِ صیام

در کفِ مستانِ او تیغے ست از موجِ شراب

بادۂ خم خانۂ او پرتوِ نورِ جمال

پنبۂ مینائے او چشمِ سفیدِ ماہتاب

شہسوارِ قدرتے کز فرطِ تعظیم و جلال

سرمہ در چشمِ رکابش می کشد گردِ کتاب

ذوالفقارش شاہدے کاندر تماشاگاہِ قتل

میکشد در شوقِ او از موجِ الف بر سینہ آب

در خیالِ صدمۂ جاں دادگانِ ضربتش

می جہد از دیدۂ عیسٰی چراغِ آفتاب

دُلدلِ برق آفرینش را رمے کاندر خیال

می جہد ہمچوں نگاہ از حلقۂ چشمِ رکاب

بسکہ شد ویرانِ شوخی خانۂ نظارہ اش

عینکِ پیرِ فلک گردیدہ ماہ و آفتاب

بہرِ ترویجِ حُسن، فرماں دہِ اقلیمِ دیں

خسروِ عرش آستاں، شاہنشہِ قدرت مآب

ناظمِ حسن آفرینی، کز برائے خدمتش

از شفق بندد حنا بر شام دستِ آفتاب

جلوہ ریز آید اگر لطفش بہ ہنگامِ غضب

دودِ آتش می شود بارانِ رحمت را سحاب

بشکند شانِ تغافل گر بہ دلداریِ ناز

لذتِ قندِ محبت جوشد از زہرِ عتاب

توسنِ قدرش کہ عرش و خلد جولان گاہِ اوست

از خمِ زانوئے جبریلِ امیں دارد رکاب

بہرِ ترویجِ شفیعِ عاصیاں، یعنی حُسینؓ

آنکہ جنت راست از اشکِ عزادارِیش آب

بادشاہِ صابرے، دریا دلے، تشنہ لبے

کز غمش از لعل خون بار است چشمِ آفتاب

شاہِ غیرت آفرینے، کز پۓ تعلیمِ صبر

بخیۂ نقشِ قدم زد بر لبِ موج سراب

عاشقِ اللہ و معشوقِ وفادارِ رسول

قبلۂ عشق و پناہِ حَسن و جانِ بوترابؑ

در گہش را مخملِ خوابِ زلیخا فرشِ راہ

خیمہ گاہش را نگاہِ ماہِ کنعانی طناب

بہرِ ترویحِ امام ابنِ امام ابنِ امام

آدمِ آلِ عبا، شاہنشہِ عالی جناب

استانش عالی و منزل گہِ قدرش رفیع

بارگاہش عرش سامان و جنابش مستطاب

لالہ راہم رنگیِ چشمِ بخوں آلودہ اش

میزند بر فرق از از داغِ غلامی انتخاب

بہرِ ترویحِ محمد باقرؑ حیدرؑ نژاد

کز خیالِ آستاں بوسیش می رقصد ثواب

بہرِ ترویحِ محمد جعفرؑ صدق آفرین

عالمِ علمِ نبی ﷺ و واقفِ سرِّ کتاب

بہرِ ترویجِ شہِ کاظمؑ کہ در ہر عالم ست

چوں قضا حکمش روان وچوں قدر رائش صواب

بہرِ ترویجِ رضاؑ شاہِ خراساں، کز کرم

بہرِ تعمیرِ جہاں، از کہکشاں دارد طناب

بہرِ ترویجِ تقیؑ کاندر تماشا گاہِ اوست

طاقِ ایواں آسماں، آئینۂ او آفتاب

بہرِ ترویجِ نقیؑ کز بہرِ تقریبِ نیاز

تحفہ آورد است نرگسداں بہ بزمش ماہتاب

بہرِ ترویجِ حسنؑ پشت و پناہِ خافقین

شاہِ کیواں بارگاہ و خسرِ وجنت جناب

بعد ازیں، بہرِ ظہورِ مہدیؑ صاحب زماں

ظلمت آبادِ شبِ کفر و حسد را آفتاب

ابرِ لطفش ز آتشِ دوزخ بیالاید بہشت

حبّذا معمارِ خلقے کز پۓ تعمیرِ دیں

در کف از سر رشتۂ شرعِ نبی دارد طناب

میکند از ہم جدا صرّافِ حکمِ قدر تش

در سیاست گاہِ نصفت مس ز سیمِ ماہتاب

بعد ازیں بہرِ شہیدانے کہ خوش جاں دادہ اند

در شہادت گاہ، شاہِ کربلا را در رکاب

سَیمؔا از بہرِ ترویجِ علم دارِ حسینؓ

پیشوائے لشکرِ شبّیر ابنِ بوتراب

حضرتِ عباسؓ عالی رتبہ کز چوگانِ او

می رود مانندِ گوئے بے سر و پا آفتاب

بعد ازیں تاثیرِ دلجوئی دعائے زمرہ ایست

کز قلق دارند در دل آتش و در چشم آب

بادشاہاں، مومناں، جنت نصیباں، عاشقاں

بے دلاں، یعنی عزادارانِ آلِ بوتراب

راقمِ بے چارہ پژمردہ دل یعنی اسد

کز فسردن ہائے دل گردیدہ پابندِ جلاب

بر زباں مہرِ خموشی و بہ دل جوشِ جنوں

در ہوس آبادِ نادانی اسیرِ پیچ و تاب

نقدِ آگاہی بہ وہمِ فرصتے در یاختہ

دستِ خالی بر سر و دل پایمالِ اضطراب

غافل از رفتارِ عمر و فارغ از تکمیلِ عشق

کردہ آغوشِ وداعِ دل نشیمن گاہِ خواب

بسکہ در صحرائے وحشت عقل و دیں در باختہ

لذتِ قندِ محبت جوید از زہرِ عتاب

خود تو میدانی کہ گم گردیدہ دشتِ امید

تشنہ تر میگرددازبے آبیِ موج سراب

دل زکار آفتاد و پا وامند و دست از ہم شکست

قطعِ منزل کے تواں کردن بہ ایں حالِ خراب

مدعا را بر زباں آوردن از بیگانگی است

جز نگاہت شاہدِ ما را کفن بادا نقاب

ذوقِ مطلب از تو و من از تو و مطلب ز تو

خود تو می بخشی و می فہمی زبانِ اضطراب

شعلۂ شوقِ ہوس دارم ز سودائے جنوں

کاتشِ افسردہ را بخشد بہارِ التہاب

دین و دنیا را بلا گردانِ نازت کردہ ام

جلوۂ رنگیں تر از صد گلشنِ خلد انتخاب

حرمتِ جانِ محمدؐ یک نظر کن سوئے من

یا علیؓ یا مرتضیٰؓ یا بوالحسنؓ یا بوترابؓ

☆☆

قصیدۂ حیدری تمہیدِ بہار مغفرت

سازِ یک ذرّہ نہیں فیضِ چمن سے بے کار

سایۂ لالۂ بے داغ، سویدائے بہار

مستیِ بادِ صبا سے ہے بعرضِ سبزہ

ریزۂ شیشۂ مے جوہرِ تیغِ کُہسار

سنگ یہ کارگہِ ربطِ نزاکت ہے کہ ہے

خندۂ بے خودیِ کبک بہ دندانِ شرار

سبز جوں جامِ زمرد، نہ ہو گر داغِ پلنگ

نشہ نشو و نما کو سمجھ افسونِ بہار

کشتۂ افعیِ زلفِ سیہِ شیریں کو

بے ستوں سبزے سے ہے سنگِ زمرد کا مزار

حسرتِ جلوۂ ساقی ہے کہ ہر پارۂ ابر

سینہ بیتابی سے ملتا ہے بہ تیغِ کُہسار

دشمنِ حسرتِ عاشق ہے رگِ ابرِ سیاہ

جس نے برباد کیا ریشۂ چندیں شبِ تار

مستیِ ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت

کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار

کوہ و صحرا ہمہ معموریِ شوقِ بلبل

راہِ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

چشم بر چشم چنے ہے بہ تماشا مجنوں

ہر دو سو خانۂ زنجیرِ نگہ کا بازار

خانۂ تنگ ہجومِ دو جہاں کیفیت

جامِ جمشید ہے یاں قالبِ خشتِ دیوار

سونپے ہے فیضِ ہوا صورت مژگانِ یتیم

سر نوشتِ دو جہاں ابر بہ یک سطرِ غبار

کفِ ہر خاکِ چمن آئنہ قمری صیقل

دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ طاؤس شکار

سنبل و دام کمیں خانۂ خوابِ صیاد

نرگس و جام سیہ مستیِ چشمِ بیدار

طرہ ہا بسکہ گرفتارِ صبا ہیں، شانہ

زانوئے آئنہ پر مارے ہے دستِ بے کار

بسکہ یکرنگ ہیں دل، کرتی ہے ایجاد نسیم

لالے کے داغ سے جوں نقطہ و خطِ سنبل زار

اے خوشا فیضِ ہوائے چمنِ نشو و نما

بادہ پُر زور و نفس مست و مسیحا بیمار

جوہرِ ناخنِ بّریدہ بہ اندازِ ہلال

ریشۂ عجز کو کرتا ہے نمو سے سرشار

ہمتِ نشو و نمامیں یہ بلندی ہے کہ سرو

پرِ قمری سے کرے صیقلِ تیغ کہسار

ہر کفِ خاکِ جگر تشنۂ صد رنگِ ظہور

غنچے کے میکدے میں مستِ تامل ہے بہار

کس قدر عرض کروں ساغرِ شبنم یارب

موجۂ سبزۂ نوخیز ہے لبریزِ خمار

غنچۂ لالہ سیہ مستِ جوانی ہے ہنوز

شبنمِ صبح ہوئی رعشۂ اعضائے بہار

بے دماغیِ تپش 11 سے ہوئی عریاں آخر

شاخِ گلبن پہ صبا چھوڑکے پیراہنِ خار

سازِ عریانیِ کیفیتِ دل ہے لیکن

یہ مئے تند نہیں موج خرامِ اظہار

موج مے پر ہے.براتِ نگرانی امید

گلشن و میکدہ سیلابیِ یکِ موج خیال

نشہ و جلوۂ گل.بر سرِ ہم فتنہ عیار

میکدے میں ہوا گر آرزوئے گل چینی

بھول جا یک قدح بادہ بطاقِ گلزار

موج گل ڈھونڈ بہ طوفاں کدۂ غنچۂ باغ

گم کرے گوشۂ میخانہ میں گر تو دستار

پشتِ لب تہمتِ خط کھینچے ہے بے جا معنی

سبز ہے موج تبسم بہ ہوائے گفتار

کھینچے گر مانیِ اندیشہ چمن کی تصویر

سبز مثلِ خطِ نوخیز ہو خطِ پرکار

جائے حیرت ہے کہ گلبازیِ اندیشۂ شوق

اس زمیں میں نہ کرے سبز قلم کا12 رفتار

مطلعِ ثانی

لعل سے کی ہے بہ مدحِ چمن آرائے بہار

طوطیِ سبزۂ کُہسار نے پیدا منقار

کسوتِ تاک میں ہے نشۂ ایجادِ ازل

سبحۂ عرضِ دو عالم بہ کفِ آبلہ دار

بہ نظرگاہِ گلستانِ خیالِ ساقی

بے خودی دامِ رگِ گل سے ہے پیمانہ شکار

بہ ہوائے چمنِ جلوہ ہے طاؤس پرست

باندھے ہے پیرِ فلک موج شفق سے زنّار

یکٔ چمن جلوۂ یوسف ہے بہ چشمِ یعقوب

لالہ ہاداغ برافگندہ و گل ہابے خار

بیضۂ قمری کے آئینے میں پنہاں صیقل

سروِ بیدل سے عیاں عکسِ خیالِ قدِ یار

عکسِ موج گل و سرشاریِ اندازِ حباب

نگہ آئینۂ کیفیتِ دل سے ہے دوچار

کس قدر سازِ دوعالم کو ملی جراتِ ناز

کہ ہوا ساغرِ بے حوصلۂ دل سرشار

ورنہ وہ ناز ہے جس گلشنِ بیداد سے تھا

طور مشعل بہ کف از جلوۂ تنزیہہِ بہار

سایۂ تیغ کو دیکھ اُس کے بذوقِ یکٔ زخم

سینۂ سنگ پہ کھینچے ہے الف بالِ شرار

بت کدہ بہرِ پرستش گریِ قبلۂ ناز

باندھے زنارِ رگِ میانِ کُہسار

سبحہ گرداں ہے آسی کے کفِ امید کا ابر

بیم سے جس کے صبا توڑے ہے صد جاز نار

رنگریزِ گل و جامِ دو جہاں ناز و نیاز

اولیں دورِ امامت طرب ایجادِ بہار

جوشِ طوفانِ کرم ساقیِ کوثر ساغر

نُہ فلک آئنہ ایجادِ کفِ گوہر بار

پہنے ہے پیرہنِ کاغذِ ابری نیساں

یہ تُنک مایہ ہے فریادیِ جوشِ ایثار

وہ شہنشاہ کہ جس کے پئے تعمیرِ سرا

چشمِ جبریل ہوئی قالبِ خشتِ دیوار

فلک العرش ہجومِ خمِ دوشِ مزدور

رشتۂ فیضِ ازل سازِ طنابِ معمار

سبزۂ نُہ چمن ویک خطِ پشتِ لبِ بام

رفعتِ ہمتِ صد عارف ویک اوجِ حصار

واں کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پرِ کاہ

وہ رہے مروحۂ بالِ پری سے بیزار

پر یہ دولت تھی نصیبِ نگہِ معنیٰ ناز

کہ ہوا صورتِ آئینہ میں جوہر بیدار

ذرہ آس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز

گردِ اُس دشت کی امید کو احرامِ بہار

خاکِ صحرائے نجف جوہرِ سیرِ عُرفا

چشمِ نقشِ قدم آئینۂ بختِ بیدار

اے خوشا مکتبِ شوق وبلدستانِ مراد

سبقِ ناز کی ہے عجز کو صد جا تکرار

مشقِ نقشِ قدم نسخہ آبِ حیواں

جادۂ دشتِ نجف عمرِ خضر کا طومار

جلوہ تمثال ہے ہر ذرۂ نیرنگ سولد

بزمِ آیئنۂ تصویر نما مشتِ غبار

دو جہاں طالبِ دیدار تھا یارب کہ ہنوز

چشمکِ ذرہ سے ہے گرم نگہ کا بازار

ہے نفس مایہ شوقِ دو جہاں ریگ رواں

پائے رفتار کم و حسرتِ جولاں بسیار

آفرینش کو ہے واں سے طلبِ مستیِ ناز

عرضِ خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

دشتِ الفت چمن و آبلہ مہماں پرور

دلِ جبریل کفِ پا پہ ملے ہے رخسار

یاں تک انصاف نوازی کہ اگر ریزۂ سنگ

بے خبر دے بہ کفِ پائے مسافر آزار

یک بیاباں تپشِ بالِ شرر سے صحرا

مغزِ کُہسار میں کرتا ہے فرو نشترِ خار

فرش اِس دشتِ تمنا میں نہ ہوتا گر عدل

گرمیِ شعلۂ رفتار سے جلتے خس و خار

ابرِ نیساں سے ملے موج گُہر کا تاواں

خلوتِ آبلہ میں گم کرے گر تو رفتار

یک جہاں بسملِ اندازِ پر افشانی ہے

دام سے اُس کے فضا کو ہے رہائی دشوار

موج طوفانِ غضب چشمۂ نُہ چرخ حباب

ذو الفقارِ شہِ مرداں خطِ قدرت آثار

موج ابروئے قضا جس کے تصور سے دو نیم

بیم سے جس کے دلِ شحنۂ تقدیر فگار

شعلہ تحریر سے اُس برق کی ہے کلکِ قضا

بالِ جبریل سے مسطر کشِ سطرِ زنہار

موج طوفاں ہو اگر خونِ دو عالمِ ہستی

ہے حنا کو سرِ ناخن سے گزر نا دشوار

دشتِ تسخیر ہو گر گردِ خرامِ دُلدل

لعل در آتشِ ہر ذرہ ہے تیغ کہسار

بالِ رعنائیِ دم موجۂ گل بندِ قبا

گردشِ کاسۂ سم چشمِ پری آئنہ دار

گردِ راہ اس کی بھریں شیشۂ ساعت میں اگر

ہر نفس راہ میں ٹوٹے نفسِ لیل و نہار

نرم رفتار ہو جس کوہ پہ وہ برق گداز

رفتنِ رنگِ حنا ہے تپشِ بالِ شرار

ہے سراسر روی عالمِ ایجاد اُسے

جَیبِ خلوت کدۂ غنچہ میں جولانِ بہار

جس کے حیرت کدۂ نقشِ قدم میں مانی

خونِ صد برق سے باندھے بکفِ دست نگار

ذوقِ تسلیمِ تمنا سے بہ گلزارِ حضور

عرضِ تسخیرِ تماشا سے بہ دامِ اظہار

مطلعِ تازہ ہوا موجۂ کیفیتِ دل

جامِ سرشارِ مے و غنچۂ لبریزِ بہار

مطلعِ ثالث فی المدح الحاضر

فیض سے تیرے ہے اے شمعِ شبستانِ بہار

دلِ پروانہ چراغاں پرِ بلبل گُلزار

شکلِ طاؤس کرے آئنہ خانہ پرواز

جلوے میں تیرے ہے تسخیرِ ہوائے دیدار

گردِ جولاں سے ہے تیری بگریبانِ خرام

جلوۂ طور نمک سودۂ زخمِ تکرار

جس چمن میں ہو ترا جلوۂ محروم نواز

پرِ طاؤس کرے گرم نگہ کا بازار

جس ادب گاہ میں تو آئینۂ شوخی ہو

جلوہ ہے ساقیِ مخموریِ تابِ دیوار

تو وہ ساقی ہے کہ ہر موج محیطِ تنزیہہ

کھینچے خمیازہ میں تیرے لبِ ساغر کا خمار

گرد باد آئنہ فتراکِ دماغِ دلہا

تیرا صحرائے طلب محفلِ پیمانہ شکار

ذوقِ بیتابیِ دیدار سے تیرے ہے ہنوز

جوشِ جوہر سے دلِ آئنہ گلدستۂ خار

تیری اولاد کے غم میں ہے۔بروئے گردوں

سلکِ اختر میں مہِ نو مژہِ گوہر بار

مدح میں تیری نہاں زمزمۂ نعت نبیؐ

جام سے تیرے عیاں بادۂ جوشِ اسرار

ہم عبادت کو ترا نقشِ قدم مُہرِ نماز

ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے استظہار

تیرا پیمانۂ مے نسخۂ ادوارِ ظہور

تیرا نقشِ قدم آئینۂ شانِ اظہار

آیتِ رحمتِ حق بسملۂ مصحفِ ناز

مسطرِ موجۂ دیباچۂ درسِ اسرار

قبلۂ نورِ نظر، کعبۂ ایجادِ مسیح

مژہ دیدۂ نخچیر سے نبضِ بیمار

تہمتِ بے خودیِ کفر نہ کھینچے یارب

کمیِ ربطِ نیاز و حظِ نازِ بسیار

ناز پروردۂ صد رنگ تمنا ہوں، ولے

پرورش پائی ہے جوں غنچہ بہ خونِ اظہار

تنگیِ حوصلہ گردابِ دو عالم آداب

دید یک غنچہ سے ہوں بسملِ نقصانِ بہار

رشکِ نظارہ تھی یک برقِ تجلی کہ ہنوز

تشنۂ خونِ دو عالم ہوں بہ عرضِ تکرار

وحشتِ فرصتِ یک جیب کشش نے کھویا

صورتِ رنگ حنا ہاتھ سے دامانِ بہار

شعلہ آغاز ولے حیرتِ داغِ انجام

موج مے لیک ز سرتا قدم آغوشِ خمار

ہے اسیرِ ستم کشمکشِ دامِ وفا

دلِ وارستۂ ہفتاد و دو ملت بیزار

مژہ خواب سے کرتا ہوں بہ آسائشِ درد

بخیۂ زخمِ دلِ چاک بہ یک دستہ شرار

محرمِ دردِ گرفتاریِ مستی معلوم

ہوں نفس سے صفتِ نغمہ بہ بندِ رگِ تار

تھا سرِ سلسلہ جنبانیِ صد عمرِ ابد

سازِ ہا مفت بریشم کدۂ نالۂ زار

لیکن اس رشتۂ تحریر میں سرتاسرِ فکر

ہوں بقدرِ عددِ حرفِ علیؑ سبحہ شمار

جوہرِ دستِ دعا آئنہ، یعنی تاثیر

یک طرف نازشِ مژگاں بہ دگر سو غمِ خار

مردمک سے ہو عزا خانۂ یک شہرِ نگاہ

خاک در کی تری جو چشم نہ ہو آئنہ دار

دشمنِ آلِ نبی کو بہ طرب خانۂ دہر

عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو، طاقِ دیوار

دوست اس سلسلۂ ناز کے جوں سنبل و گل

ابرِ میخانہ کریں ساغرِ خورشید شکار

لنگرِ عیش پہ سرشارِ تماشائے دوام

کہ ہے خونِ خزاں سے بہ حنا پائے بہار

زلفِ معشوق کشش سلسلۂ وحشتِ ناز

دلِ عاشق شکن آموزِ خمِ طرۂ یار

مئے تمثالِ پری نشۂ مینا آزاد

دلِ آئینہ طرب شاعرِ بختِ بیدار

دیدہ تا دل اسدآئینۂ یک سجدۂ شوق

فیضِ اُلفت سے رقم تا دلِ معنی سرشار

ایضاً فی المنقبت

توڑے ہے عجزِ تُنک حوصلہ بر روئے زمیں

سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جبیں

توڑے ہے نالہ سرِ رشتۂ پاسِ انفاس

سر کرے ہے دلِ حیرت زدہ شغلِ تسکیں

بیدلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق

بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم

لغو ہے آئینۂ فرقِ جنون و تمکیں

یاس، تمثالِ بہار آئینۂ استغنا

وہم، آئینۂ پیدائیِ تمثالِ یقیں

خوں ہوا دردِ دو عالم سے تمنا کا دماغ

بزمِ یاس آں سوئے پیدائیِ واخفار نگیں

مثلِ مضمونِ وفا باد بہ دستِ تسلیم

صورتِ نقشِ قدم خاک بفرقِ تمکیں

خانہ ویرانیِ امید و پریشانیِ بیم

جوشِ دوزخ ہے خوانِ چمنِ خلدِ بریں

لافِ دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم

دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں

بادِ افسانۂ بیمار ہے عیسیٰ کا نفس

استخواں ریزۂ موارن ہے سلیماں کا نگیں

نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت

سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسیں

عشق بے ربطیِ شیرازۂ اجزائے حواس

وصل افسانۂ اطفالِ پریشاں بالیں

کوہ کن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب

بیستوں سازِ گراں باریِ خوابِ شیریں

موج خمیازۂ یک نشّہ چہ اسلام و چہ کفر

کجیِ یک خطِ مسطر چہ توہّم چہ یقیں

قبلہ وابروئے بت، یک رہِ خوابیدۂ شوق

کعبہ و بتکدہ، یک محملِ خوابِ سنگیں

کس نے دیکھا جگرِ اہلِ جنوں نالہ فروش

کس نے پایا اثرِ نالۂ دل ہائے حزیں

عیشِ بسمل کدۂ عیدِ حریفاں معلوم

خوں ہو آئینہ کہ ہو جائۂ طفلاں رنگیں

سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں، لیکن

نہ سروبرگِ ستائش، نہ دماغِ نفریں

نزعِ مخمور ہوں اُس دید کی دھن میں کہ مجھے

رشتۂ سازِ ازل ہے نگہِ بازپسیں

حیرت آفت زدۂ عرضِ دو عالم نیرنگ

مومِ آئینۂ ایجاد ہے مغزِ تمکیں

وحشتِ دل سے پریشاں ہیں چراغانِ خیال

باندھوں ہوں آئنے پر چشمِ پری سے آئیں

کوچہ دیتا ہے پریشاں نظری پر صحرا

رمِ آہو کو ہے ہر ذرے کی چشمک میں کمیں

چشمِ امید سے گرتے ہیں دو عالم جوں اشک

پاس13 پیمانہ کشِ گریۂ مستانہ نہیں

کس قدر فکر کو ہے نالِ قلم موئے دماغ

کہ ہوا خونِ نگہ شوق میں نقشِ تمکیں

عذرِ لنگ آفتِ جولانِ ہوس ہے یارب

جل اُٹھے گرمیِ رفتار سے پائے چوبیں

نہ تمنا، نہ تماشا، نہ تحیر، نہ نگاہ

گردِ جوہر میں ہے آئینۂ دل پردہ نشیں

کھینچوں ہوں آئنے پر خندۂ گل سے مسطر

نامہ عنوانِ بیانِ دلِ آزردہ نہیں

رنجِ تعظیم مسیحا نہیں اُٹھتا مجھ سے

درد ہوتا ہے مرے دل میں جو توڑوں بالیں

بسکہ گستاخیِ اربابِ جہاں سے ہوں ملول

پرِ پرواز مری بزم میں ہے خنجرِ کیں

اے عبارت تجھے کس خط سے ہے درسِ نیرنگ

اے نگہ تجھ کو ہے کس نقطے میں مشقِ تسکین

کس قدر نالہ پریشاں ہے عیاذاً باللہ

یک قلم خارجِ آدابِ جنون و تمکیں

جلوۂ ریگِ رواں دیکھ کہ گردوں ہر صبح

خاک پر توڑے ہے آئینۂ نازِ پرویں

شورِ اوہام سے مت ہو شبِ خونِ انصاف

گفتگو بے مزہ و زخمِ تمنا نمکیں

ختم کر ایک اشارت میں عباراتِ نیاز

جوں مہِ نو ہے نہاں گوشۂ ابرو میں جبیں

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر

"یا علی" عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں

معنیِ لفظِ کرم بسملۂ نسخۂ حسن

قبلۂ اہلِ نظر کعبۂ اربابِ یقیں

جلوہ رفتارِ سرِ جادۂ شرعِ تسلیم

نقشِ پا جس کا ہے توحید کو معراج جبیں

کس سے ہو سکتی ہے مدح اُس کی بغیر از ہمہ او

شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں ناز خرام

ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمیں

مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل

قبلۂ آلِ نبی، کعبۂ ایجادِ یقیں

نسبتِ نام سے اس کی ہے یہ رتبہ کہ رہے

ابدا پُشتِ فلک خم شدۂ نازِ زمیں

جلوہ تحریر ہو نقشِ قدم اُس کا جس جا

وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں

فیضِ خلق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا

بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگیں

بُرّشِ تیغ کا اُس کی ہے جہاں میں چرچا

قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

کوہ کو بیم سے اُس کے ہے جگر باختگی

نہ کرے نذرِ صدا اور نہ متاعِ تمکیں

کفر سوز اُس کا یہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے

رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بت خانۂ چیں

وصفِ دُلدُل ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار

جنتِ نقشِ قدم سے ہوں میں اس کے گلچیں

مطلعِ ثانی

گردِ رہ سرمہ کشِ دیدۂ اربابِ یقیں

نقشِ ہر گام دو عالم صفہاں زیرِ نگیں

برگِ گل کا ہو جو طرفانِ ہوا میں عالم

اُس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں دامنِ دیں

اُس کی شوخی سے بہ حسرت کدۂ نقشِ خیال

فکر کو حوصلۂ فرصتِ ادراک نہیں

جلوۂ برق سے ہو جائے نگہ عکس پذیر

اگر آئینہ بنے حیرتِ صورت گرِ چیں

جاں پناہا! دل و جاں فیض رساں بادشہا!

اے کہ تجھ سے ہے بہارِ چمنستانِ یقیں

ذوقِ گل چینیِ نقشِ کفِ پا سے تیرے

عرش چاہے ہے کہ ہو در پہ ترے خاک نشیں

تجھ میں اور غیر میں نسبت ہے ولیکن بہ تضاد

وصیِ ختمِ رسل تو ہے بہ اثباتِ یقیں

جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر

نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں

تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جاں کام و زباں

تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبیں

آستاں پر ترے ہے14 جوہرِ آئینۂ سنگ

رقمِ بندگیِ حضرتِ جبریلِ امیں

تیرے در کے لیے اسبابِ نثار آمادہ

خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دیں

داد! دیوانگیِ دل کہ ترا مدحت گر

ذرّے سے باندھے ہے خورشیدِ فلک پر آئیں

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا

کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں

یا علیؑ! جنسِ معاصی اسد اللہ اسد

کہ سوا تیرے کوئی اُس کا خریدار نہیں

شوخیِ عرضِ مطالب میں ہے گستاخ طلب

ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقیں

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حُسنِ قبول

کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمیں

غمِ شبیرؑ سے ہو سینہ یہاں تک لبریز

کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں

طبع کو الفتِ دُلدل میں یہ سر گرمیِ شوق

کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھ سے جبیں

دلِ اُلفت نسب و سینۂ توحید فضا

نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزیں

صرفِ اعدا اثرِ شعلۂ دودِ دوزخ

وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ بریں

ایضاً فی المنقبت

جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہ پاسبانی

تو فسردگی نہاں ہے بہ کمین بے زبانی

بہ گمانِ قطعِ زحمت نہ دو چارِ خامشی ہو

کہ زبانِ سرمہ آلود نہیں تیغِ اصفہانی

بہ فریبِ آشنائی بہ خیالِ بے وفائی

نہ رکھ آپ سے تعلق مگر ایک بد گمانی

نظرے سوئے کہستان نہیں غیرِ شیشہ ساماں

جو گدازِ دل ہو مطلب تو چمن ہے سنگجانی

بہ فراز گاہِ عبرت چہ بہار و کُو تماشا

کہ نگاہ ہے سیہ پوش بہ عزائے زندگانی

پہ فراقِ رفتہ یاراں خط و حرف مو پریشاں

دلِ غافل از حقیقت ہمہ ذوقِ قصّہ خوانی

تپشِ دلِ شکستہ پےِ عبرت آگہی ہے

کہ نہ دے عنانِ فرصت بہ کشاکشِ زبانی

نہ وفا کو آبرو ہے، نہ جفا تمیز جو ہے

چہ حسابِ جانفشانی، چہ غرورِ دلستانی

بہ شکنج جستجو ہا، بہ سرابِ گفتگو ہا

تگ و تازِ آرزو ہا بہ فریبِ شادمانی

نہیں شاہراہِ اوہام، بجز آں سوئے رسیدن

تری سادگی ہے غافل درِ دل پہ پاسبانی

چی امید و ناامیدی، چہ نگاہ و بے نگاہی

ہمہ عرضِ ناشکیبی، ہمہ سازِ جانستانی

اگر آرزو ہے راحت تو عبث بخوں طپیدن15

کہ خیال ہو تعب کش بہ ہوائے کامرانی

شر و شورِ آرزو سے، تب و تابِ عجز بہتر

نہ کرے اگر ہوس پر غمِ بے دلی گرانی

ہوسِ فروختن ہا، تب و تابِ سوختن ہا

سرِ شمع نقشِ پا ہے، بہ سپاسِ ناتوانی

شررِ اسیر دل کو ملے اوجِ عرضِ اظہار

جو بہ صورتِ چراغاں کرے شعلہ نردبانی

ہوئی مشقِ جرأت نازرہ و رسمِ طرحِ آداب

خمِ پشت خوش نما تھا بہ گزارشِ جوانی

اگر آرزو رسا ہو، پئے دردِ دل دوا ہو

وہ اجل کہ خوں بہا ہو بہ شہیدِ ناتوانی

غمِ عجز کا سفینہ بہ کنارِ بیدلی ہے

مگر ایک شہپرِ مور کرے سازِ بادبانی

مجھے انتعاشِ غم نے پئے عرضِ حال بخشی

ہوسِ غزل سرائی، تپشِ فسانہ خوانی

مطلعِ ثانی

مجھے اُس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی

کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی[16]

دلِ نااُمید کیونکر، بہ تسلی آشنا ہو

جو امید وار رہیے نہ بہ مرگ ناگہانی

مجھے بادۂ طرب سے بہ خمار گاہِ قسمت
جو ملی تو تلخ کامی، جو ہوئی تو سر گرانی

نہ ستم کراب تو مجھ پر کہ وہ دن گئے کہ ہاں تھی
مجھے طاقت آزمانی، تجھے اُلفت آزمانی

یو ہیں دکھ کسی کو دینا نہیں خوب ورنہ کہتا17
کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

بہ ہزار اُمید واری رہی ایک اشک باری
نہ ہوا حصولِ زاری بجز آستیں فشانی

کروں عذرِ ترکِ صحبت سو کہاں وہ بے دماغی
نہ غرورِ میرزائی، نہ فریبِ ناتوانی

ہمہ یک نفس تپش سے تب و تابِ ہجر مت پوچھ
کہ ستم کشِ جنوں ہوں، نہ بقدرِ زندگانی

کفِ موجۂ حیا ہوں بہ گذارِ عرضِ مطلب
کہ سر شک قطرہ زن ہے بہ پیامِ دل رسانی

یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب
کروں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی میہمانی

☆☆☆

غزلیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیفِ الف

غزل نمبر 1

18 نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
19 آتشیں پا ہوں، گدازِ وحشتِ زنداں نہ پوچھ
موئے آتش دیدہ ہے ہر حلقہ یاں زنجیر کا
شوخیِ نیرنگ صیدِ وحشت طاؤس ہے
دام سبزے میں ہے پروازِ چمن تسخیر کا
لذتِ ایجادِ ناز افسونِ عرضِ ذوقِ قتل
نعل آتش میں ہے، تیغِ یار سے نخچیر کا

کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ

صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا

خشت پشتِ دستِ عجز و قالب آغوشِ وداع

پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسد

جو مزہ20جوہر نہیں آئینۂ تعبیر کا

☆☆

غزل نمبر 2

جنوں گرم انتظار و نالہ بیتابی کمند آیا

سویدا تا بلب زنجیر سے 21دودِ سپند آیا

22بہ استقبالِ تمثالِ زماہ اختر فشاں شوخی

تماشا کشورِ آئینہ میں آئینہ بند آیا

تغافل، بدگمانی، بلکہ میری سخت جانی سے

نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا

فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل، پسند آیا

عدم ہے خیر خواہِ جلوہ کو زندانِ بیتابی

خرامِ ناز برقِ خرمنِ سعیِ پسند آیا

جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، نادیدنی دعوت

مبارک باد اسد غمخوارِ جانِ دردمند آیا

☆☆

غزل نمبر 3

عالم جہاں بہ عرضِ بساطِ وجود تھا

جوں صبح چاکِ جیب مجھے تار و پود تھا

جز قیس اور کوئی نہ ملا عرصۂ طپش

صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

آشفتگی نے نقشِ سویدا کیا ہے عرض

ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ

مژگاں جو وا ہوئی، نہ زیاں تھا، نہ سود تھا

بازی خورِ فریب ہے اہلِ نظر کا ذوق

ہنگامہ گرمِ حیرتِ بود و نبود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

☆☆

غزل نمبر 4

شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا

تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا

بہ فیضِ بیدلی نو میدیِ جاوید آساں ہے

کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

حجابِ سیرِ گل آئینۂ بے مہریِ قاتل

کہ اندازِ بہ خوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی

بہ رنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

[23]سودِا چشمِ انتخابِ نقطہ آرائی

خرامِ نازِ بے پروائیِ قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرح باغِ تازہ ڈالی ہے

مجھے رنگِ بہارِ ایجادیِ بیدل پسند آیا

☆☆

غزل نمبر 5

تنگی رفیقِ رہ تھی، عدم یا وجود تھا

میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا

تو یک جہاں قماشِ ہوس جمع کر کہ میں

حیرت متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا

گردش محیطِ ظلم رہا جســـــــــــــــــ فلک[24]

میں پائمالِ غمزۂ چشمِ کبود تھا

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوالِ دل، مگر

کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی

میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا

لیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز

لیکن یہی کہ "رفت" گیا اور "بود" تھا

خور شبنم آشنا نہ ہوا، ورنہ میں اسد

سر تا قدم گزارشِ ذوقِ سجود تھا

☆☆

غزل نمبر 6

خود آرا وحشتِ چشمِ پری سے شب وہ بد خو تھا

کہ موم آئینۂ تمثال کو تعویذ بازو تھا

بہ شیرینیِ خواب آلودہ مژگاں نشترِ زنبور

خود آرائی سے آئینہ طلسمِ مومِ جادو تھا

نہیں ہے بازگشتِ سیل غیر از جانبِ دریا

ہمیشہ دیدۂ گریاں کو آبِ رفتہ در جو تھا

رہا نظارہ وقتِ بے نقابی ہا بخود لرزاں

سرشک آگیں مژہ سے دست از جاں شیشہ ابروت ھا

غمِ مجنوں عزادارانِ لیلیٰ کا پرستش گر

25خمِ رنگِ سیہ از حلقہ ہائے چشمِ آہو تھا

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوقِ فنا ورنہ

اشارت فہم کو ہر ناخنِ برّیدہ ابرو تھا

اسد26 خاکِ درِ میخانہ ہا بر فرق پاشیدن

خوشا روزیکہ آب از ساغرِ مے تابہ زانو تھا

☆☆

غزل نمبر 7

کہتے 27ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا

دل کہاں کہ گم کیجے، ہم نے مدعا پایا

شورِ پندِ ناصح نے زخم پر نمک باندھا

آپ سے کوئی پوچھے، تم نے کیا مزا پایا

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب

ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا پایا

بے دماغِ خجلت ہوں، رشکِ امتحاں تا کے

ایک بیکسی تجھ کو عام آشنا پایا

سادگی و پرکاری، بے خودی و ہشیاری

حُسن کو تغافل میں جرأت آزما پایا

خاکبازیِ اُمید، کارخانۂ طفل

یاس کو دو عالم سے اب بخندہ وا پایا

کیوں نہ وحشتِ غالب باج خواہِ تسکیں ہو

کشتۂ تغافل کو خصمِ خوں بہا پایا

☆☆

غزل نمبر 8

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریاں نکلا

میری قسمت کا نہ ایک آدھ گریباں نکلا

ساغرِ جلوۂ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک

شوقِ دیدار بلا آئنہ ساماں نکلا

عشرت[28] ایجاد چہ بوئے گل و کُو دودِ چراغ

جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب

تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشاں نکلا

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینے میں، لیکن آخر

جس کو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکاں نکلا

کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں یارب

نقشِ ہر ذرہ سویدائے بیاباں نکلا

دل میں پھر گریے نے اک شور اُٹھایا غالب

آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا، سو طوفاں نکلا

☆☆

غزل نمبر 9

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزہ پایا

درد کی دوا پائی، دردِ بے دوا پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل

خوں کیا ہوا دیکھا، گُم کیا ہوا پایا

فکرِ نالہ میں گویا، حلقہ ہوں ز سر تا پا

عضو عضو جوں زنجیر، یک دلِ صدا پایا

حالِ دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی

ہم نے بارہا ڈھونڈا، تم نے بارہا پایا

شب نظارہ پرور تھا، خواب میں خیال اُس کا

صبح موجۂ گُل کو وقفِ29 بوریا پایا

جس قدر جگر خوں ہو، کوچہ دادنِ دل ہے

زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دلکشا پایا

ہے[30] نگیں کی پا داری، نامِ صاحبِ خانہ

ہم سے تیرے کوچے نے نقشِ مدعا پایا

دوست دارِ دشمن ہے، اعتمادِ دل معلوم

آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا

نے اسد جفا سائل، نے ستمِ جنوں مائل[31]

تجھ کو جس قدر ڈھونڈا اُلفت آزما پایا

☆☆

غزل نمبر 10

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا

قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا32مائدۂ لذتِ درد

کام یاروں کا بہ قدرِ لب و دنداں نکلا

شورِ رسوائیِ دل دیکھ کہ یک نالۂ شوق

لاکھ پردے میں چھپا، پھر وہی عریاں نکلا

شوخیِ رنگِ حنا خونِ وفا سے کب تک

آخر اے عہد شکن، تو بھی پشیماں نکلا

جوہر ایجادِ خطِ سبز ہے خود بینیِ حسن

جو نہ دیکھا تھا، سو آئینے میں پنہاں نکلا

تھی نو آموزِ فنا ہمتِ دشواریِ شوق

سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

میں بھی معذورِ جنوں ہوں اسد اے خانہ خراب

پیشوا لینے مجھے گھر سے بیاباں نکلا

☆☆

غزل نمبر 11

دمیدن 33 کے کمیں جوں ریشۂ زیرِ زمیں پایا
بہ گرد سرمہ اندازِ نگاہِ شرمگیں پایا

اگے 34 اک پنبۂ روزن سے بھی چشمِ سفید آخر
حیا کو انتظارِ جلوہ ریزی کے کمیں پایا

بہ حسرت گاہِ نازِ کشتۂ جاں بخشیِ خوباں
خضر کو چشمۂ آبِ بقا سے تر جبیں پایا

پریشانی سے مغزِ سر ہوا ہے پنبۂ بالش
خیالِ شوخیِ خوباں کو راحت آفریں پایا

نفس حیرت پرستِ طرزِ ناگیرائیِ مژگاں
مگر یک دست دامانِ نگاہِ واپسیں پایا

اسد کو پیچ تابِ طبعِ برق آہنگ مسکن سے
حصارِ شعلۂ جوّالہ میں عزلت گزیں پایا

☆☆

غزل نمبر 12

نزاکت سے[35] فسونِ دعویٔ طاقت شکستن ہا

شرارِ سنگ اندازِ چراغ از جسمِ خستن ہا

سیہ مستیِ چشمِ شوخ سے ہیں جوہرِ مژگاں

شرار آسا ز سنگِ سرمہ یکسر مار[36] جستن ہا

ہوا نے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بافی

کہ تھا آئینۂ خورے نقابِ رنگ بستن ہا

دلِ از اضطراب آسودہ طاعت گاہِ داغ آیا

برنگِ شعلہ ہے مہرِ نماز از پا نشستن ہا

تکلف عافیت میں ہے دلا بندِ قبا وا کر

نفس ہا بعدِ وصلِ دوست تاوانِ گسستن ہا

اسد ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیر افزودن

بہ بندِ گریہ ہے نقشِ ہر آب امید رستن ہا

☆☆

غزل نمبر 13

بسانِ جوہرِ آئینہ از ویرانیِ دل ہا

غبارِ کوچہ ہائے موج ہے خاشاکِ ساحل ہا

نگہ کی ہم نے پیدا رشتۂ ربطِ علائق سے

ہوئے ہیں پردہ ہائے چشمِ عبرت جلوہ حائل ہا

نہیں ہے باوجودِ ضعف سیرِ بے خودی آساں

رہِ خوابیدہ میں افگندنی ہے طرح منزل ہا

غریبی بہرِ تسکینِ ہوس درکار ہے ورنہ

بہ وہمِ زر گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصل ہا

تماشا کردنی ہے انتظار آبادِ حیرانی

نہیں غیر از نگہ جوں نرگستاں فرشِ محفل ہا

اسدؔ تارِ نفس ہے ناگزیرِ عقدہ پیرائی

بہ نوکِ ناخنِ شمشیر کیجے حلِ مشکل ہا

☆☆

غزل نمبر 14

بہ شغلِ انتظارِ مہ وشاں درخلوتِ شب ہا

سرِ تارِ نظر ہے رشتۂ تسبیحِ کوکب ہا

کرے گر فکر تعمیرِ خرابی ہائے دل گردوں

نہ نکلے خشت مثلِ استخواں بیرونِ قالب ہا

عیادت ہائے طعن آلودِ یاراں زہرِ قاتل ہے

رفوئے زخم کرتی ہے بہ نوکِ نیشِ عقرب ہا

کرے ہے حسنِ خوباں پردے میں مشاطگی اپنی

کہ ہے تہ بندیِ خط سبزۂ خط در تہِ لب ہا

فنا کو عشق ہے بے مقصداں حیرت پرستاراں

نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے

نہاں ہیں نالۂ ناقوس میں درپردہ "یارب" ہا

☆☆

غزل نمبر 15

دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا

یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں

وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

نہ ہوئی ہم سے رقم حیرتِ خطِ رخِ یار

صفحہ 37 آئینہ ہوا، آئنہ طوطی نہ ہوا

ہوں ترے وعدہ نہ کرنے پہ بھی راضی کہ کبھی

گوش منت کشِ گلبانگِ تسلی نہ ہوا

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے

مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا

مر گیا صدمۂ آواز سے "قُم" کے غالب

ناتوانی سے حریفِ دمِ عیسی نہ ہوا

☆☆

غزل نمبر 16

بہ رہنِ شرم ہے با وصفِ شہرت اہتمام اس کا

نگیں میں جوں شرارِ سنگ نا پیدا ہے نام اُس کا

سر وکارِ تواضع تا خمِ گیسو رسانیدن

بسانِ شانہ زینت ریز ہے دستِ سلام اُس کا

مسی آلودہ ہے مہرِ نوازش نامہ، پیدا ہے

کہ داغِ آرزوئے بوسہ لایا ہے38 پیام اُس کا

بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محمل کشِ حسرت

مبادا ہو عناں گیرِ تغافل لطفِ عام اُس کا

لڑاوے گر وہ بزمِ میکشی میں قہر و شفقت کو

بھرے پیمانۂ صد زندگانی ایک جام اُس کا

اسد سودائے سر سبزی سے ہے تسلیم رنگیں تر

کہ کشتِ خشک اُس کا ابرِ بے پروا خرام اُس کا

☆☆

غزل نمبر 17

شبِ اختر قدحِ عیش نے محمل باندھا

باریک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

سبحہ واماندگیِ شوق و تماشا منظور

جادے پر زیورِ صد آئنہ منزل باندھا

ضبطِ گریہ گُہرِ آبلہ لایا آخر

پائے صد موج بہ طوفان کدۂ دل باندھا

داغ[39] اے حاجتِ بے درد کہ در عرضِ حیا

یک عرق آئنہ بر جبہۂ سائل باندھا

حسن آشفتگیِ جلوہ سے عرضِ اعجاز

دستِ موسیٰ بہ سرِ دعویٰ باطل باندھا

تپشِ آئینہ پروازِ تمنا لائی

نامۂ شوق بہ بالِ پرِ بسمل باندھا

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے

خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

نااُمیدی نے بہ تقریبِ مضامینِ خمار

کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے غالب

ساز پر رشتہ پئے نغمۂ بیدل باندھا

☆☆

غزل نمبر 18

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا

شوخیِ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا

گرمیِ برقِ تپش سے زہرۂ دل آب تھا

شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

واں کرم کو عذرِ بارش تھا عناں گیرِ خرام

گریے سے یاں پنبۂ بالش کفِ سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال

یاں ہجومِ اشک سے تارِ نظر نایاب تھا

لے زمیں سے آسماں تک فرش تھیں بے تابیاں

شوخیِ بارش سے مہ فوارۂ سیلاب تھا

جوشِ40 یادِ نغمۂ دمسازِ مطرب سے اسد

ناخنِ غم بر سرِ تارِ نفس مضراب تھا

☆☆

غزل نمبر 19

جب بہ تقریبِ سفر یار نے محمل باندھا
تپشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا

ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ
رنگ نے آئنہ آنکھوں کے مقابل باندھا

اہلِ بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخیِ ناز
جوہرِ آئنہ کو طوطیِ بسمل باندھا

اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ
جو گرہ آپ نہ کھولی، اُسے مشکل باندھا

یاس و اُمید نے یک عربدہ میداں مانگا
عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائل باندھا

یار نے تشنگیِ شوق کے مضموں چاہے
ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نوکِ ہر خار سے تھا بسکہ سرِ دزدیِ زخم
جوں نمد ہم نے کفِ پا پہ اسد دل باندھا

☆☆

غزل نمبر 20

نالۂ 41دل میں شب اندازِ اثر نایاب تھا

تھا سپندِ بزمِ وصلِ غیر گو بیتاب تھا

دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا

آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار

گریہ وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا

جوشِ تکلیفِ تماشا محشر آبادِ نگاہ

فتنۂ خوابیدہ کو آئینہ مشتِ آب تھا

بے خبر مت کہہ ہمیں بیدرد ! خود بینی سے پوچھ

قلزمِ ذوقِ نظر میں آئنہ پایاب تھا

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر

یادِ ایّامے کہ ذوقِ صحبتِ احباب تھا42

☆☆

غزل نمبر 21

نہ 43 ہو گا یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا

حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

رہِ خوابیدہ تھی گردن کشِ یک درسِ آگاہی

زمیں کو سیلیِ اُستاد سے نقشِ قدم میرا

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بد دماغی ہے

کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا

سراغ آوارۂ عرضِ دو عالم شورِ محشر ہوں

پرافشاں ہے غبار آں سوئے صحرائے عدم میرا

نہ ہو وحشت کشِ درسِ سرابِ سطرِ آگاہی

میں گردِ راہ ہوں بے مدعا ہے پیچ و خم میرا

ہوائے صبح یک عالم گریباں چاکیِ گل ہے

دہانِ زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

اسد وحشت پرستِ گوشۂ تنہائیِ دل ہے

برنگِ موجِ مے خمیازۂ ساغر ہے رم میرا

☆☆

غزل نمبر 22

یادِ روزے کہ نفس در گرہِ44 یارب تھا

نالۂ دل بہ کمر دامنِ قطعِ شب تھا

بہ تحیّر کدۂ فرصتِ آرائشِ وصل

دلِ شب45 آئنہ دارِ تپشِ کوکب تھا

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار

دیدہ گو خوں ہو، تماشائے چمن مطلب تھا

جوہرِ فکر پر افشانیِ نیرنگِ خیال

حسن آئینہ و آئینہ چمن مشرب تھا

پردۂ دردِ دل آئینۂ صد رنگِ نشاط

بخیۂ زخمِ جگر خندۂ زیرِ لب تھا

نالہ ہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں گشتِ سپند

دلِ ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

بابِ ابرام نہ تھا دل ہی ہمارا غالب

ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمناسب تھا46

☆☆

غزل نمبر 23

رات دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا

رنگِ روئے شمع برقِ خرمنِ پروانہ تھا

شب کہ تھی کیفیتِ محفل بیادِ روئے یار

ہر نظر داغِ مے خالِ لبِ پیمانہ تھا

شب کہ باندھا خواب میں آنے کا غافل نے جناح47

وہ فسونِ وعدہ میرے واسطے افسانہ تھا

دود کو آج اُس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی

وہ دلِ سوزاں کہ کل تک شمعِ ماتم خانہ تھا

ساتھ جنبش کے بہ یک بر خاستن طے ہو گیا

تو کہے48 صحرا غبارِ دامنِ دیوانہ تھا

دیکھ اُس کے ساعدِ سیمین و دستِ پر نگار

شاخ گل جلتی تھی مثلِ شمع گل پروانہ تھا

اے اسد رویا جو دشتِ غم میں میں حیرت زدہ

آئنہ خانہ ہجومِ اشک سے ویرانہ تھا

☆☆

غزل نمبر 24

پئے نذرِ کرم تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا

بہ خوں غلطیدۂ صد رنگ دعویٰ پرسائی کا

جہاں مٹ جائے سعیِ دید خضرِ آبادِ آسائش

بہ جیبِ ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا

بہ عجزآبادِ وہمِ مدعا تسلیم شوخی ہے

تغافل کو نہ کر مصروف[49] تمکیں آزمائی کا

زکوٰۃِ حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا

چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جان کر بے جرم، غافل، تیری گردن پر

رہا مانندِ خونِ بے گنہ حق آشنائی کا

دہانِ ہر بتِ پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی

عدم تک بے وفا چرچا ہے تیری بے وفائی کا

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے

کہ حسرت کش رہا عرضِ ستم ہائے جدائی کا

☆☆

غزل نمبر 25

بسکہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا

چاکِ موج سیل تا پیراہنِ دیوانہ تھا

داغِ مہرِ ضبطِ بے جا مستیِ سعیِ پسند

دودِ مجمرِ لالہ ساں دُردِ تہِ پیمانہ تھا

وصل میں بختِ رسا نے سنبلستاں گل کیا

رنگِ شب تہ بندیِ دودِ چراغِ خانہ تھا

شب تری تاثیرِ سحرِ شعلۂ آواز سے

تارِ شمع آہنگِ مضرابِ پرِ پروانہ تھا

انتظارِ50 زلف میں شمشاد ہم دستِ چنار

نقشبندِ شکلِ مژگاں از نمودِ شانہ تھا

موسمِ گل میں مئے گلگوں حلالِ مے کشاں

عقدِ وصلِ دخترِ رز انگور کا ہر دانہ تھا

حیرت اپنی نالۂ بے درد سے غفلت بنی

راہِ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

کُو بہ وقتِ قتل حق آشنائی اے نگاہ

خنجرِ زہراب دادہ سبزۂ بیگانہ تھا

جوشِ بے کیفیتی ہے اضطراب آرا اسد

ورنہ بسمل کا طپیدن52 لغزشِ مستانہ تھا

☆☆

غزل نمبر 26

نہ 53 ہو حسنِ تماشا دوست رسوا بے وفائی کا

بہ مہرِ صد نظر ثابت ہے دعویٰ پارسائی کا

ہوس گستاخیِ آئینہ تکلیفِ نظر بازی

بہ جیبِ آرزو پنہاں ہے حاصل دلربائی کا

نظر بازی طلسمِ وحشت آبادِ پرستاں 54 ہے

رہا بیگانۂ تاثیر افسوں آشنائی کا

نہ پایا دردمندِ دوریِ یارانِ یک دل نے

سوادِ خطِ پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

تمنائے زباں محوِ سپاسِ بے زبانی ہے

مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بے دست و پائی کا

اسد یہ عجز و بے سامانیِ فرعون توام ہے

جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

☆☆

غزل نمبر 27

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا

تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھُلا

جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

ہوں چراغانِ ہوس جوں کاغذِ آتش زدہ

داغ گرمِ کوششِ ایجادِ داغِ تازہ تھا

مانعِ وحشت خرامی ہائے لیلیٰ کون ہے

خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائیِ اندازِ استغنائے حسن

دست پابندِ حنا، رخسار رہنِ غازہ تھا

دیدۂ تر نے دیے اوراقِ لختِ دل بہ آب

یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

بے نوائی تر صدائے نغمۂ شہرت اسد

بوریا یک نیستاں عالم بلند آوازہ تھا

☆☆

غزل نمبر 28

کرے گر حیرتِ نظارہ طوفاں نکتہ گوئی کا
حبابِ چشمۂ آئینہ ہووے بیضہ طوطی کا

بروئے قیس دستِ شرم ہے مژگانِ آہو سے
مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلیٰ کا

فسانِ تیغِ نازک قاتلاں سنگِ جراحت ہے
دلِ گرمِ تپش قاصد ہے پیغامِ تسلی کا

نہیں گرداب جز سرگشتگی ہائے طلب ہرگز
حبابِ بحر کے ہے آبلوں میں خار ماہی کا

نیازِ جلوہ ریزی طاقتِ بالیں شکستن ہا
تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمار پرسی کا

نہ بخشی فرصتِ یک شبنمستاں جلوۂ خور نے
تصور نے کیا ساماں ہزار آئینہ بندی کا

اسد تاثیرِ صافی ہائے حیرت جلوہ پرور ہو
گر آبِ چشمۂ آئینہ ہووے عکس زنگی کا

☆☆

غزل نمبر 29

یک گامِ بے خودی سے لوٹیں بہارِ صحرا

آغوشِ نقشِ پا میں کیجے فشارِ صحرا

وحشت اگر رسا ہے بے حاصلی ادا ہے

پیمانۂ ہوا ہے مشتِ غبارِ صحرا

اے آبلہ کرم کر، یاں رنجہ اک قدم کر

اے نورِ چشمِ وحشت، اے یادگارِ صحرا

دل در رکابِ صحرا، خانہ خرابِ صحرا

موجِ سرابِ صحرا، عرضِ خمارِ صحرا

ہر ذرہ یک دلِ پاک، آئینہ خانۂ خاک

تمثالِ شوقِ بیباک، صد جادو چارِ صحرا

دیوانگی اسد کی حسرت کشِ طرب ہے

در سر ہوائے گلشن، در دل غبارِ صحرا

☆☆

غزل نمبر 30

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا

رشتۂ چاکِ جیبِ دریدہ صرفِ قماشِ دام کیا

عکسِ رخ افروختہ تھا تصویر بہ پشتِ آئینہ

شوخ نے وقتِ حُسن طرازی تمکیں سے آرام کیا

ساقی نے از بہرِ گریباں چاکیِ موج بادۂ ناب

تارِ نگاہِ سوزنِ مینا رشتۂ خطِ جام کیا

مہر بجائے نامہ لگائی برلبِ پیکِ نامہ رساں

قاتلِ تمکیں سنج نے یوں خاموشی کا پیغام کیا

شامِ فراقِ یار میں جوشِ خیرہ سری سے ہم نے اسد

ماہ کو در تسبیحِ کواکب جائے نشینِ امام کیا

☆☆

غزل نمبر 31

وہ مری چینِ جبیں سے غمِ پنہاں سمجھا

رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنواں سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز

چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ

اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ جہاں میں جوں شمع

شعلۂ عشق کو اپنا سر و ساماں سمجھا

تھا گریزاں مژۂ یار سے دل تا دمِ مرگ

دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہوگا

نبضِ خس سے تپشِ شعلۂ سوزاں سمجھا

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی

ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستان سمجھا

بد گمانی نے نہ چاہا اُسے سر گرمِ خرام

رُخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیراں سمجھا

دل دیا جان کے کیوں اُس کو وفادار اسد

غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

☆☆

غزل نمبر 32

گلہ55 ہے شوق کو دل میں بھی تنگیِ جا کا

گُہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور جوابِ نامۂ شوق

مگر ستم زدہ56 ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ گل مت دو

مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بے جا کا

نہ 57 پائی وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم نے

عدم کو لے گئے دل میں غبار صحرا کا

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب میں ہے

میں مدعا ہوں تپشِ نامۂ تمنا کا

نہ کہہ کہ گریہ بہ مقدارِ حسرتِ دل ہے

مری نگاہ میں ہے جمع و خرچ دریا کا

فلک58 کو دیکھ کے کرتا ہے تجھ کو یاد اسد

اگرچہ گم شدہ ہے کاروبار دنیا کا

☆☆

غزل نمبر 33

کس59 کا خیال آئنۂ انتظار تھا

ہر برگِ گل کے پردے میں دل بے قرار تھا

کِس کا جنونِ دید تمنا شکار تھا

آئینہ خانہ وادیِ جوہر غبار تھا

چوں60 غنچہ و گل آفت فالِ نظر نہ پوچھ

پیکاں سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

اب میں ہوں اور خونِ دو عالم معاملہ

توڑا جو تو نے آئنہ تمثال دار تھا

دیکھی وفائے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر

خمیازہ یک درازیِ عمرِ خمار تھا

موج سرابِ دشتِ وفا کا بیاں نہ پوچھ

ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آب دار تھا

صبحِ قیامت ایک دُمِ گرگ تھی اسد

جس دشت میں وہ شوخ دو عالم شکار تھا

☆☆

غزل نمبر 34

زبس خوں گشتۂ رشکِ وفا تھا وہم بسمل کا

چرایا زخم ہائے دل نے پانی تیغِ قاتل کا

نگاہِ چشمِ حاسد وام لے اے ذوقِ خود بینی

تماشائی ہوں وحدت خانۂ آئینۂ دل کا

سراپا رہنِ عشق و نا گزیرِ الفتِ ہستی

عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

شرر فرصت نگہ، سامانِ یک عالم چراغاں ہے

بقدرِ رنگ یاں گردش میں ہے پیمانہ محفل کا

بہ قدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی

جو تو دریائے مے ہے تو میں خمیازہ ہوں ساحل کا

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولاں تھا

ہوا واماندگی سے رہرواں کی فرق منزل کا

مجھے اس قطعِ61رہ میں خوف گمراہی نہیں غالب

عصائے خضرِ صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا

☆☆

غزل نمبر 35

کیا 62 کس شوخ نے نازاز سرِ تمکیں نشستن کا
کہ شاخ گل کا خم انداز ہے بالیں شکستن کا

نہاں ہے مردمک میں شوقِ رخسارِ فروزاں سے
سپندِ شعلہ نادیدہ صفت انداز جستن کا

گدازِ دل کو کرتی ہے کشودِ چشم شب پیما
نمک ہے شمع میں جوں مومِ جادو خواب بستن کا

نفس در سینہ ہائے ہمد گر رہتا ہے پیوستہ
نہیں ہے رشتۂ الفت کو اندیشہ گسستن کا

عیادت سے اسد میں بیشتر بیمار رہتا ہوں
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزاں سینہ خستن کا

☆☆

غزل نمبر 36

لبِ63 خشک در تشنگی مردگاں کا

زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا

شگفتن کمیں دارِ تقریب جوئی

تصور ہوں بے موجب آزردگاں کا

غریبِ 64 بدر جستۂ باز گشتن

سخن ہوں سخن بر لب آوردگاں کا

سراپا یک آئینہ دارِ شکستن

ارادہ ہوں یک عالم افسردگاں کا

ہمہ ناامیدی، ہمہ بد گمانی

میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

بہ صورت تکلف، بہ معنی تاسف

اسد میں تبسم ہوں پژمردگاں کا

☆☆

غزل نمبر 37

شب کہ دل زخمیِ عرضِ دو جہاں تیر آیا

نالہ بر خود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا

وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ

محملِ دشت بدوشِ رمِ نخچیر آیا

ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا ہستی

پرِ طاؤس سے دل پائے بہ زنجیر آیا

دید حیرت کش و خورشید چراغانِ خیال

عرضِ شبنم سے چمن آئنہ تعمیر آیا

عشقِ ترسا بچہ و نازِ شہادت مت پوچھ

کہ کلہ گوشہ بہ پروازِ پرِ تیر آیا

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسد

بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

☆☆

غزل نمبر 38

سیر آں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا
خضر مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا

سر خطِ بند ہوا نامہ گنہگاروں کا
خونِ ہدہد سے لکھا نقش گرفتاروں کا

فردِ آئینہ میں بخشیں شکنِ خندۂ گل
دلِ آزردہ پسند آئنہ رخساروں کا

داد خواہِ تپش و مہرِ خموشی بر لب
کاغذِ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا

وحشتِ نالہ بہ واماندگیِ وحشت ہے
جرسِ قافلہ یاں دل ہے گراں باروں کا

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے، خدا خیر کرے
رنگ اُڑتا ہے گلستاں کے ہواداروں کا

جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل

چشمِ امید ہے روزن تری دیواروں کا

اسدا ے ہرزہ دارا ! نالہ بہ غوغا تا چند

حوصلہ تنگ نہ کر بے سبب آزاروں کا

☆☆

غزل نمبر 39

ضعفِ65 جنوں کو وقتِ تپش در بھی دور تھا

اک گھر میں مختصر سا بیاباں ضرور تھا

اے وائے غفلتِ نگہِ شوق ورنہ یاں

ہر پارہ سنگ لختِ دلِ کوہِ طور تھا

درسِ تپش ہے برق کو اب اُس کے نام سے

وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

شاید کہ66 مر گیا ترے رخسار دیکھ کر

پیمانہ رات ماہ کا لبریزِ نور تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے

صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے

ہاں اس معاملے میں تو میرا قصور تھا

ہر رنگ میں جلا اسدِ فتنہ انتظار

پروانۂ تجلّیِ شمعِ ظہور تھا

☆☆

غزل نمبر 40

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے ساماں اشک باری کا
جنونِ برق نشتر ہے رگِ ابرِ بہاری کا

برائے 67 حلِ مشکل ہوں زپاافتادۂ حسرت
بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیماں خاکساری کا

حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل
جہاں ساقی ہے تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

بہ وقتِ سرنگونی ہے تصور انتظارستاں
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اختر شماری کا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

اسد ساغر کشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی
کہ ننگِ فہمِ مستاں ہے گلہ بدروزگاری کا

☆☆

غزل نمبر 41

طاؤس68 در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا

یارب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا

عزلت گزینِ بزم ہیں واماندگانِ دید

مینائے مے ہے آبلہ پائے نگاہ کا

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہِ قدم

کیا بیم اہلِ درد کو سختیِ راہ کا

غافل بہ وہمِ ناز خود آرا ہے ورنہ یاں

بے شانۂ صبا نہیں طرہ گیاہ کا

جیبِ نیازِ عشق نشاں دارِ ناز ہے

آئینہ ہوں شکستنِ طرفِ کلام کا

بزمِ قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ

صیدِ ز دام جستہ ہے اس دام گاہ کا

جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد

پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

☆☆

غزل نمبر 42

خود پرستی 69 سے رہے باہم دگر نا آشنا

بیکسی میری شریکِ آئینہ تیرا آشنا

آتشِ موئے دماغِ شوق ہے تیرا تپاک

ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تمنا آشنا

بے دماغی شکوہ سنجِ رشکِ ہم دیگر نہیں

یار تیرا جامِ مے، خمیازہ میرا آشنا

جوہرِ آئینہ جز رمزِ سرِ مژگاں نہیں

آشنا کی ہم دگر سمجھے ہے ایما آشنا

ربطِ یک شیرازۂ وحشت ہیں اجزائے بہار

سبزہ بیگانہ، صبا آوارہ، گل نا آشنا

ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے

گردشِ مجنوں بہ چشمک ہائے لیلیٰ آشنا

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد

سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

☆☆

غزل نمبر 43

یک ذرّہ زمیں نہیں بیکار باغ کا

یاں جادہ70 بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی

کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خط ایاغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے

تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا

بے خونِ دل ہے چشم جنوں میں نگہ غبار

یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا بساطِ ہوائے دل

ابرِ بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

جوشِ بہار کلفتِ نظارہ ہے اسد

ہے ابر پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

☆☆

غزل نمبر 44

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یارانِ غمگیں کا
نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمعِ بالیں کا

صدا ہے کوہ میں حشر آفریں اے غفلت اندیشاں
پئے سنجیدنِ یاراں ہو حامل خوابِ سنگیں کا

بجائے غنچہ و گل ہے ہجومِ خار و خس یاں تک
کہ صرفِ بخیۂ دامن ہوا ہے خندہ گلچیں کا

نصیبِ آستیں ہے حاصلِ روئے عرق آگیں
چنے ہے کہکشاں خرمن سے مہ کے خوشہ پرویں کا

بہ وقتِ کعبہ جوئی ہا جرس کرتا ہے ناقوسی
کہ صحرا فصلِ گل میں رشک ہے بتخانۂ چیں کا

طپیدن دل کو سوزِ عشق میں خوابِ فرامش ہے
رکھا اسپند نے مجمر میں پہلو گرم تمکیں کا

اسد71 طرز آشنایاں قدر دانِ نکتہ سنجی ہیں
سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسیں کا

☆☆

غزل نمبر 45

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی

در و دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا

وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو

آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا

جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے

جوہرِ آئنہ بھی چاہے ہے مژگاں ہونا

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنامت پوچھ

عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

لے گئے خاک میں ہم داغِ تمنائے نشاط

تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا

لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکداں ہونا

کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب

جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

☆☆

غزل نمبر 46

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا

رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

محتسب سے تنگ ہے ازبسکہ کارِ مے کشاں

رز میں جو انگور نکلا، عقدۂ مشکل ہوا

قیس نے ازبسکہ کی سیرِ گریبانِ نفس

یک دو چیں دامانِ صحرا پردۂ محمل ہوا

وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر

گوشِ نسریں عارضاں پروانۂ محفل ہوا

عیب کادریافت کرنا ہے ہنر مندی اسد

نقص پر اپنے ہوا جو مطّلع، کامل ہوا

☆☆

غزل نمبر 47

گر نہ72 احوالِ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا

بے تکلف داغِ مہ مُہرِ دہاں ہو جائے گا

زہرہ گر ایسا ہی شامِ ہجر میں ہوتا ہے آب

پرتوِ مہتاب سیلِ خانماں ہو جائے گا

گر وہ مستِ نازِ تمکیں دے صلائے عرضِ حال

خارِ73 گلبن در دہانِ گُل زباں ہو جائے گا

لے تو لوں سوتے میں اُس کے بوسہ ہائے پا مگر

ایسی باتوں سے وہ کافر بد گماں ہو جائے گا

گر نگاہِ گرم فرماتی رہی تعلیمِ ضبط

شعلہ خس میں جیسے خوں در رگ نہاں ہو جائے گا

گر74 شہادت آرزو ہے، نشے میں گستاخ ہو

بال شیشے کا رگِ سنگِ فساں ہو جائے گا

فائدہ کیا75 سوچ آخر تو بھی ہے دانا اسد

دوستی ناداں کی ہے جی کا زیاں ہو جائے گا

☆☆

غزل نمبر 48

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفَس پرور ہوا

خطِ جامِ بادہ یکسر رشتۂ گوہر ہوا

گرمیِ دولت ہوئی آتش زنِ نامِ نکو

خانۂ خاتم میں یاقوتِ نگیں اختر 76ہوا

نشّے میں گم کردہ رہ آیا وہ مستِ فتنہ خو

آج رنگِ رفتہ دورِ گردشِ ساغر ہوا

درد سے در پردہ دی مژگاں سیاہاں نے شکست

ریزہ ریزہ استخواں کا پوست میں نشتر ہوا

اے 77بہ ضبطِ حالِ 78نا افسردگاں جوشِ جنوں

نشۂ مے ہے اگر یک پردہ نازک تر ہوا

زہد 79 گردیدن ہے گردِ خانہ ہائے منعماں

دانۂ تسبیح سے میں مہرہ در ششدر ہوا

اس چمن میں 80ریشہ داری جس نے سر کھینچا اسد

تر زبانِ لطفِ عامِ ساقیِ کوثر ہوا

☆☆

غزل نمبر 49

اُف 81نہ کی، گو سوزِ دل سے بے محابا جل گیا

آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

دود میرا سنبلستاں سے کرے ہے ہمسری

بسکہ شوقِ آتشِ گُل سے سراپا جل گیا

شمع رویاں کی سر انگشتِ حنائی دیکھ کر

غنچۂ گل پر فشاں پروانہ آسا جل گیا

خانمانِ عاشقاں دوکانِ آتش باز ہے

شعلہ رویاں جب ہوئے گرمِ تماشا جل گیا

تا کجا افسوسِ گرمی ہائے صحبت اے خیال

دل ز آتش 82خیزیِ داغِ تمنا جل گیا

ہے اسد بیگانۂ افسردگی اے بے کسی

دل ز اندازِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

☆☆

غزل نمبر 50

پھر 83 مجھے دیدۂ تر یاد آیا

دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قامت نے ہنوز

پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

عذرِ واماندگی، اے حسرتِ دل

نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

سادگی ہائے تمنا، یعنی

پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے

دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

آہ وہ جراتِ فریاد کہاں

دل کے پردے میں جگر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد

سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

☆☆

غزل نمبر 51

تو دوست کسو کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا

اوروں پہ ہے وہ ظلم جو[84] مجھ پر نہ ہوا تھا

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے

خورشید ہنوز اُس کے برابر نہ ہوا تھا

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے

آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدِ یار کا عالم

میں معتقدِ فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

میں سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں

یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک

میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

جاری[85] تھی اسد داغِ جگر سے مرے[86] تحصیل

آتش کدہ جاگیرِ سمندر نہ ہوا تھا

☆☆

غزل نمبر 52

ہے تنگ ز واماندہ شدن حوصلۂ پا

جو اشک گرا خاک میں ، ہے آبلۂ پا

سر منزلِ ہستی سے ہے صحرائے طلب دور

جو خط ہے کفِ پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

دیدار طلب ہے دلِ واماندہ کہ آخر

نوکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گلۂ پا

آیا نہ بیابانِ طلب کام زباں تک87

تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیِ وحشت

تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

☆☆

غزل نمبر 53

عرضِ88 نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

جاں دادگاں کا حوصلہ فرصت گداز ہے

یاں عرصۂ طپیدنِ بسمل نہیں رہا

ہوں قطرہ زن بہ وادیِ حسرت شبانہ روز

جز تارِ اشک جادۂ منزل نہیں رہا

بر روئے شش جہت درِ آئینہ باز ہے

یاں امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا

اے آہ میری خاطرِ وابستہ کے سوا

دنیا میں کوئی عقدۂ مشکل نہیں رہا

ہر چند ہوں میں طوطیِ شیریں سخن ولے

آئینہ، آہ، میرے مقابل نہیں رہا

انداز نالہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

☆☆

غزل نمبر 54

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا

صفحۂ نامہ غلافِ بالشِ پر ہو گیا

صورتِ دیبا تپش سے میری غرقِ خوں ہے آج

خارِ پیراہن رگِ نشتر89 کو نشتر ہو گیا

بسکہ آئینے نے پایا گرمیِ رخ سے گداز

دامنِ تمثال مثلِ برگِ گل تر ہو گیا

شعلہ رخسارا! تحیر سے تری رفتار کے

خارِ شمعِ آئنہ، آتش میں جوہر ہو گیا

بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار

دامنِ آلودۂ عصیاں گراں تر ہو گیا

حیرتِ اندازِ رہبر ہے عناں گیر ائے اسد

نقشِ پائے خضر یاں سدِّ سکندر ہو گیا

☆☆

غزل نمبر 55

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا

کہ طوقِ قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا

زمیں کو صفحۂ گلشن بنایا خوں چکانی نے

چمن بالیدنی ہا از رمِ نخچیر ہے پیدا

مگر وہ شوخ ہے طوفاں طرازِ شوقِ خونریزی

کہ در بحرِ کہاں بالیدہ موج تیر ہے پیدا

نہیں ہے کف لبِ نازک پہ فرطِ نشۂ مے سے

لطافت ہائے جوشِ حسن کا سر شیر ہے پیدا

عروجِ اُمیدی چشمِ زخمِ چرخ کیا جانے

بہارِ بے خزاں از آہِ بے تاثیر ہے پیدا

اسد جس شوق سے ذرے تپش فرسا ہوں روزن میں

جراحت ہائے دل سے جوہرِ شمشیر ہے پیدا

☆☆

غزل نمبر 56

بہ مہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا

ہمارا کام ہوا اور تمہارا نام ہوا90

ہوا نہ مجھ سے بجز دردِ حاصلِ صیاد

بسانِ اشک گرفتارِ چشمِ دام رہا

دل و جگر تفِ91فرقت سے جل کے خاک ہوئے

ولے ہنوز خیالِ وصال خام رہا

شکستِ رنگ کی لائی سحر شبِ سنبل

پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

دہانِ تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا

کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا

نہ پوچھ حال شب و روزِ ہجر کا غالب

خیالِ زلف و رخِ دوست صبح و شام رہا

☆☆

غزل نمبر 57

سحر گہ باغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا

اُڑے رنگِ گل اور آ ئینۂ دیوار ہو پیدا

بتاں ! زہر آب اس شدت سے دو پیکانِ ناوک کو

کہ خطِ سبز تا پشتِ لبِ سوفار ہو پیدا

لگے گر سنگ سر پر یار کے دست نگاریں سے

بجائے زخم گل بر گوشۂ دستار ہو پیدا

کروں92 گر عرض سنگینیِ کہسار اپنی بے تابی

رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا

بہ سنگِ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانۂ پیماں

اگر ابرِ سیہ مست از سوئے کہسار ہو پیدا

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہے

کہ غالب ہے کہ بعد از زاریِ بسیار ہو پیدا

☆☆

غزل نمبر 58

خلوتِ 93 آبلۂ پا میں ہے جولاں میرا

خوں ہے دل تنگیِ وحشت سے بیاباں میرا

عیشِ بازی کدۂ حسرتِ جاوید رسا

خونِ آدینہ سے رنگیں ہے دبستاں میرا

حسرتِ نشۂ وحشت نہ بسعیِ دل ہے

عرضِ خمیازۂ مجنوں ہے گریباں میرا

سرمۂ مفت نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے

کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا

عالمِ بے سر و سامانیِ فرصت مت پوچھ

لنگرِ وحشتِ مجنوں ہے بیاباں میرا

بے 94 دماغِ تپشِ رشک ہوں اے جلوۂ حسن

تشنۂ خونِ دل و دیدہ ہے پیماں میرا

فہم زنجیریِ بے ربطیِ دل ہے یارب

کس زباں میں ہے لقب خوابِ پریشاں میرا

بہ ہوس دردِ سرِ اہلِ سلامت تا چند

مشکلِ عشق ہوں مطلب نہیں آساں میرا

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد

دَے نے برباد کیا پیرہنستاں میرا

☆☆

غزل نمبر 59

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوتِ ناموس تھا

شمع95 سے یک خار در پیراہنِ فانوس تھا

حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو

دل بہ دل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا

بت پرستی ہے بہارِ نقش بندی ہائے دہر

ہر صریرِ خامہ میں یک نالۂ ناقوس تھا

غنچۂ96 خاطر نے رنگِ صد گلستاں گل کیا

گردۂ تصویرِ گلشن بیضۂ طاؤس تھا

پوچھ مت بیمارئِ غم کی فراغت کا بیاں

جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ غم خانہ میں

دست.بر سر، سر بہ زانوئے دلِ مایوس تھا

☆☆

ردیف ب

غزل نمبر 60

بس کہ ہے میخانہ ویراں جوں بیابانِ خراب

عکسِ چشمِ آہوئے رم خوردہ ہے داغِ شراب

تیرگیِ ظاہری ہے طبعِ موزوں کا نشاں

غافلاں عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب

یک نگاہِ صاف صد آئینۂ تاثیر ہے

ہے رگِ یاقوت عکسِ خطِ جامِ آفتاب

ہے عرق افشاں مشی سے ادہمِ مشکینِ یار

وقتِ شب اخترکنی ہے چشمِ بیدارِ رکاب

ہے شفق سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی

ہر یک اختر سے 97 فلک پر قطرۂ اشکِ کباب

بسکہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلوہ ہے

ہے شکستِ رنگِ گل آئینہ پردازِ نقاب

شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا اے اسد

گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

☆☆

غزل نمبر 61

ہے 98بہاراں میں خزاں پرور خیال عندلیب

رنگِ گل آتش کدہ ہے زیرِ بالِ عندلیب

عشق کو ہر رنگ شانِ حسن ہے مدِ نظر

مصرعِ سروِ چمن ہے حسبِ حالِ عندلیب

حیرتِ حسنِ چمن پیرا سے تیرے رنگِ گل

بسمل آہنگِ 99پریدن ہے بہ بالِ عندلیب

عمر میری ہو گئی صرفِ بہارِ حسنِ یاد

گردشِ رنگِ چمن ہے ماہ و سالِ عندلیب

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہے

بادۂ نظارۂ گلشن حلالِ عندلیب

ہے مگر موقوف بر وقتِ دگر کارِ اسد

اے شبِ پروانہ و 100صبحِ وصالِ عندلیب

☆☆

ردیف ت

غزل نمبر 62

جاتا101 ہوں جدھر سب کی اُٹھے ہے اُدھر انگشت

یکدست جہاں مجھ سے پھرا ہے مگر انگشت

مژگاں کی محبت میں جو انگشت نما ہوں

لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت

ہر غنچۂ گل صورتِ یک قطرۂ خوں ہے

خوباں102 کا جو دیکھا ہے حنا بستہ سر انگشت

گرمی ہے زباں کی سببِ سوختنِ جاں

ہے شمع شہادت کے لیے سر بسر انگشت

لکھتا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخنِ گرم

تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

☆☆

غزل نمبر 63

نیم103 رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست

دودِ شمع کشتہ تھا شاید خطِ رخسارِ دوست

چشم بندِ خلق جز تمثال خود بینی نہیں

آئنہ ہے قالبِ خشتِ در و دیوارِ دوست

برقِ خرمن زارِ گوہر ہے نگاہِ تیزیاں

اشک ہو جاتے ہیں خشک از گرمیِ رفتارِ دوست

ہے سوا نیزے پہ اس کے قامتِ نوخیز سے

آفتابِ صبحِ محشر ہے گلِ دستارِ دوست

اے عدوئے مصلحت104 چندے بہ ضبط افسردہ رہ

کردنی ہے جمع تابِ شوخیِ دیدارِ دوست

لغزشِ مستانہ و جوشِ تماشا ہے اسد

آتشِ مے سے بہارِ گرمیِ بازارِ دوست

☆☆

ردیف ث

غزل نمبر 64

دودِ شمعِ کشتہ گل بزم سامانی عبث
یک شبہ آشفتہ نازِ سنبلستانی عبث

ہے ہوس محمل بہ دوشِ شوخیِ ساقیِ مست
نشۂ مے کے تصور میں نگہبانی عبث

باز ماندن ہائے مژگاں ہے یک آغوشِ وداع
عید در حیرت سوادِ چشمِ قربانی عبث

جز غبارِ کردہ سیر آہنگیِ پرواز کو؟
بلبلِ تصویر و دعوائے پر افشانی عبث

سر نوشتِ خلق ہے طغرائے عجزِ اختیار
آرزو ہا خار خارِ چینِ پیشانی عبث

جب کہ نقشِ مدعا ہووے نہ جز موج سراب

وادیِ حسرت میں پھر آشفتہ جولانی عبث

دست بر ہم سودہ ہے مژگانِ خوابیدہ اسد

اے دل از کف دادۂ غفلت پشیمانی عبث

☆☆

غزل نمبر 65

نازِ105 لطفِ عشق با وصفِ توانائی عبث

رنگ ہے سنگِ محک دعوائے مینائی عبث

ناخنِ دخلِ عزیزاں یک قلم ہے نقب زن

پاسبانیِ طلسمِ کنجِ106 تنہائی عبث

محملِ پیمانۂ فرصت ہے،بر دوشِ حباب

دعویٔ دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

طبعِ 107 نالاں حاملِ صد غلبۂ تاثیر ہے

دل کواے عاشق کشاں تعلیمِ خارائی عبث

☆☆

ردیف ج

غزل نمبر 66

گلشن 108 میں بندوبست بہ ضبطِ دگر ہے آج

قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہے آج

معزولیِ تپش ہوئی افراطِ انتظار

چشمِ کشادہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج

حیرت فروشِ صد نگرانی ہے اضطرار

سر109رشتہ چاکِ جیب کا تارِ نظر ہے آج

اے عافیت کنارہ کر، اے انتظام چل

سیلابِ گریہ دشمنِ دیوار و در ہے آج

ہوں داغِ نیم رنگیِ شامِ وصالِ یار

نورِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج

بیتابی 110 نے کیا سفرِ سوختن تمام

پیراہنِ خشک میں غبارِ شرر ہے آج

تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی

دودِ چراغِ خانہ غبارِ سفر ہے آج

دور او فتادۂ چمنِ فکر ہے اسد

مرغِ خیال بلبلِ بے بال و پر ہے آج

☆☆

غزل نمبر 67

جنبشِ گلبرگ سے ہے گل کے لب کو اختلاج

حبِّ شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج

شاخِ گل جنبش میں ہے گہوارہ آسا ہر نفس

طفلِ شوخ غنچۂ گل بسکہ ہے وحشت مزاج

سیرِ ملکِ حسن کر، میخانہا ندرِ خمار

چشمِ مستِ یار سے ہے گردنِ مینا پہ باج

گریہ ہائے بیدلاں گنجِ شرر در آستیں

قہرمانِ عشق میں حسرت سے لیتے ہیں خراج

ہے سوادِ چشمِ قربانی میں یک عالم مقیم

حسرتِ فرصت نے بخشا بسکہ حیرت کو رواج

اے اسد ہے مستعدِ شانہ گشتن 111 بہرِ زلف

پنجۂ مژگاں بخود بالیدنی رکھتا ہے آج

☆☆

ردیف چ

غزل نمبر 68

بے دل نہ نازِ وحشتِ جیبِ دریدہ کھینچ
جوں بوئے غنچہ یک نفسِ آرمیدہ کھینچ

یک مشتِ خوں ہے پرتوِ خور سے تمام دشت
دردِ طلب بہ آبلۂ نادمیدہ کھینچ

پیچیدگی ہے حاملِ طومارِ انتظار
پائے نظر بہ دامنِ شوقِ دویدہ کھینچ

برقِ بہار سے ہوں میں پا در حنا ہنوز
اے خارِ دشت دامنِ شوقِ رسیدہ کھینچ

بیخود بہ لطفِ چشمکِ عبرت ہے چشمِ صید
یک داغِ حسرتِ نفسِ نا کشیدہ کھینچ

بزمِ نظر ہیں بیضۂ طاؤس خلوتاں

فرشِ طرب بہ گلشنِ ناآفریدہ کھینچ

دریا بساطِ دعوتِ سیلاب ہے اسد

ساغر بہ بارگاہِ دماغِ رسیدہ کھینچ

☆☆

غزل نمبر 69

قطعِ سفرِ ہستی و آرامِ فنا ہیچ
رفتار نہیں بیشتر از لغزشِ پا ہیچ

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبورِ خموشی
ہستی نہیں جز بستنِ پیمانِ وفا ہیچ

تمثال گداز آئنہ ہے عبرتِ بینش
نظارہ تحیر چمنستانِ بقا ہیچ

گلزارِ دمیدن، شررستانِ رمیدن
فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

آہنگِ عدم نالہ بہ کہسار گرو ہے
ہستی میں نہیں شوخیِ ایجادِ صدا ہیچ

کس بات پہ مغرور ہے اے عجزِ تمنا
سامانِ دعا وحشت و تاثیرِ دعا ہیچ

آہنگِ اسد میں نہیں جز نغمۂ بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

☆☆

غزل نمبر 70

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں، انتظارِ ساغر کھینچ

کمالِ گرمیِ سعیِ تلاشِ جلوہ112نہ پوچھ
برنگِ خار مرے آئنے سے جوہر کھینچ

نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائیِ وصال نہیں
اگر یہی عرقِ فتنہ ہے مکرر کھینچ

تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل
کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ

جنونِ آئنہ مشتاقِ یک تماشا ہے
ہمارے صفحے پہ بالِ پری سے مسطر کھینچ

بہ نیم غمزہ ادا کر حقِ ودیعتِ ناز
نیامِ پردۂ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ پنہاں

بروئے سفرہ کبابِ دلِ سمندر کھینچ

تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ نرگس

بکوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

خمارِ منتِ ساقی اگر یہی ہے اسد

دلِ گداختہ کے میکدے میں ساغر کھینچ

☆☆

ردیف ح

غزل نمبر 71

دعویِٔ عشقِ بتاں سے بہ گلستاں گل و صبح

ہیں رقیبانہ بہم دست و گریباں گل و صبح

ساقِ گلرنگ سے اور آئینۂ زانو سے

جامہ زیبوں کے سدا ہیں تہِ داماں گل و صبح

وصلِ آئینہ رخاں ہم نفسِ یک دیگر

ہیں دعاہائے سحر گاہ سے خواہاں گل و صبح

آئنہ خانہ ہے صحنِ چمنستاں تجھ سے113

بسکہ ہیں بے خود و وارفتہ و حیراں گل و صبح

زندگانی نہیں بیش از نفسِ چند اسد

غفلت آرامیِ یاراں پہ ہیں خنداں گل و صبح

☆☆

ردیف د

غزل نمبر 72

بسکہ وہ پا کوبیاں در پردۂ وحشت ہیں یاد
ہے غلافِ دفچۂ خورشید بر یک گرد باد

طرفہ موزونی ہے صرفِ جنگجوئی ہائے یار
ہے سرِ مصراعِ صافِ تیغ خنجر مستزاد

ہاتھ آیا زخمِ تیغِ یار سا پہلو نشیں
کیوں نہ ہووے آج کے دن بیکسی کی روح شاد

کیجے آہوئے ختن کو خضرِ صحرائے طلب
مشک ہے سنبلستانِ زلف میں گردِ سواد

ہم نے سوزِ خمِ جگر پر بھی زباں پیدا نہ کی
گل ہوا ہے ایک زخمِ سینہ پر خواہانِ داد

بسکہ ہیں در پردہ مصروفِ سیہ کاری تمام
آستر ہے خرقۂ زہاد کا صوفِ مداد

تیغ در کف، کف بلب، آتا ہے قاتل اس طرف
مژدہ باد اے آرزوئے مرگِ غالب مژدہ باد

☆☆

غزل نمبر 73

تو پست فطرت اور خیالِ بسا بلند

اے طفلِ خود معاملہ قد سے عصا بلند

ویرانئ جز آمد و رفتِ نفس نہیں

ہے کوچہ ہائے نَے میں غبار صدا بلند

رکھتا ہے انتظارِ تماشائے حسنِ دوست

مژگانِ باز ماندہ سے دستِ دعا بلند

موقوف کیجے یہ تکلف نگاریاں

ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگِ حنا بلند

قربانِ اوج ریزئ چشمِ حیا پرست

یک آسماں ہے مرتبۂ پشتِ پا بلند

ہے دلبری کمینگر ایجادِ یک نگاہ

کارِ بہانہ جوئ چشمِ حیا بلند

بالیدگی نیازِ قدِ جاں فزا اسد

در ہر نفس، بقدرِ نفس، ہے قبا بلند

☆☆

غزل نمبر 74

حسرتِ دستگہ و پائے تحمل تا چند
رگِ گردن، خطِ پیمانۂ بے مُل تا چند

ہے گلیمِ سیہِ بختِ پریشاں کاکل
موئینہ بافتنِ ریشۂ سنبل تا چند

کوکبِ بخت بجز روزنِ پر دود نہیں
عینکِ چشمِ جنوں حلقۂ کاکل تا چند

چشم بے خونِ دل و دل تہی از جوشِ نگاہ
بزباں عرضِ فسونِ ہوسِ گُل تا چند

بزم داغِ طرب و باغ کشادِ پرِ رنگ
شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند

نالہ دامِ ہوس و دردِ اسیری معلوم
شرح بر خود غلطی ہائے تحمل تا چند

جوہرِ آئینہ فکرِ سخنِ موئے دماغ
عرضِ حسرت پسِ زانوئے تامل تا چند

سادگی ہے عدمِ قدرتِ ایجادِ غنا

ناکسی ! آئینۂ نازِ توکل تا چند

اسدِ خستہ گرفتارِ دو عالم اوہام

مشکل آساں کنِ یک خلق ! تغافل تا چند

☆☆

غزل نمبر 75

بہ کامِ دل کریں کس طرح گمرہاں فریاد

ہوئی ہے لغزشِ پا لکنتِ زباں فریاد

کمالِ بندگیِ گل ہے رہنِ آزادی

ز دستِ مشتِ پر و خارِ آشیاں فریاد

نوازشِ نفسِ آشنا کہاں، ورنہ

برنگِ نَے ہے نہاں در ہر استخواں فریاد

تغافل آئنہ دارِ خموشیِ دل ہے

ہوئی ہے محو بہ تقریبِ امتحاں فریاد

ہلاکِ بے خبری نغمۂ وجود و عدم

جہاں و اہلِ جہاں سے جہاں جہاں فریاد

جوابِ سنگدلی ہائے دشمناں، ہمت

از دستِ[114] شیشگیِ طبعِ دوستاں فریاد

ہزار آفت و یک جانِ بے نوائے اسد

خدا کے واسطے اے شاہِ بے کساں فریاد

☆☆

غزل نمبر 76

حُسن 115 غمزے کی کشاکش سے چھُٹا میرے بعد

بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا

ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اُس میں سے دھُواں اُٹھتا ہے

شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی

اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

در خورِ عرض نہیں جوہرِ بیداد کو جا

نگہِ ناز ہے سُرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنوں اہلِ جنوں کے لیے آغوشِ وداع

چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریفِ مےِ مرد افگنِ عشق

ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی

کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ[116]

متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب

کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

☆☆

ردیف ر

غزل نمبر 77

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر در و دیوار
نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار
جنونِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در، در و دیوار
نہیں ہے سایہ کہ سُن کر نوید مقدمِ یار
گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار
کیا ہے تو نے مے جلوہ کس قدر ارزاں
کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار
جو ہے تجھے سرِ سودائے انتظار تو آ
کہ ہیں دکانِ متاعِ نظر در و دیوار
ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے

کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار

وہ آ رہا مرے ہمسایے میں تو سایے سے

ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نہ پوچھ بے خودیِ عیشِ مقدمِ سیلاب

کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی

ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار

نہ کہہ کسو سے کہ غالب نہیں زمانے میں

حریفِ رازِ محبت مگر در و دیوار

☆☆

غزل نمبر 78

شیشۂ117 آتشیں رخِ پُر نور

عرق از خط چکیدہ روغنِ مور

بسکہ ہوں بعدِ مرگ بھی نگراں

مردمک سے ہے خال بر لبِ گور

بار لاتی ہے دانہ ہائے سرشک

مژے سے 118ریشۂ رزِ انگور

ظلم کرنا گدائے عاشق پر

نہیں شاہانِ حُسن کا دستور

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے

دشمنی ہے وصال کا مذکور

زندگانی پہ اعتماد غلط

ہے کہاں قیصر اور کہاں فغفور

کیجے جوں اشک اور قطرہ زنی

اے اسد ہے ہنوز دلی دور

☆☆

غزل نمبر 79

بسکہ 119مائل ہے وہ رشکِ ماہتاب آئینے پر

ہے نفس تارِ شعاعِ آفتاب آئینے پر

بازگشتِ جادہ پیمائے رہِ حیرت کہاں

غافلاں غش جان کر چھڑکے ہیں آب آئینے پر

بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری

بے دلوں کو ہے براتِ اضطراب آئینے پر

نازِ خود بینی کے باعث خونیِ صد بے گناہ

جوہرِ شمشیر کو ہے پیچ و تاب آئینے پر

سدِّ اسکندر ہوا از بہرِ نگاہِ گُل رخاں120

گر کرے یوں امر نہیِ بوتراب آئینے پر

دل کو توڑا جوشِ بیتابی سے غالب کیا کیا؟

رکھ دیا پہلو بہ وقتِ اضطراب آئینے پر

☆☆

غزل نمبر 80

نہیں بندِ زلیخا بے تکلف ماہِ کنعاں پر
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں121 پر
لرزتا ہے مرا دل زحمتِ مہرِ درخشاں پر
میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خارِ بیاباں پر
دلِ خونیں جگر بے صبر و فیضِ عشق مستغنی
الٰہی یک قیامت خاور آ ٹوٹے بدخشاں پر
فنا تعلیمِ درسِ بیخودی ہوں اُس زمانے سے
کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دبستاں پر
فراغت کس قدر رہتی مجھے تشویشِ مرہم سے
بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر
نہیں اقلیمِ الفت میں کوئی طومارِ ناز ایسا
کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہووے مُہر عنواں پر
مجھے اب دیکھ کر ابرِ شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

بجز پروازِ شوقِ ناز کیا باقی رہا ہو گا

قیامت اک ہوائے تند ہے خاکِ شہیداں پر

اسد! اے بے تحمل، عربدہ بے جا ہے ناصح سے

کہ آخر بے کسوں کا زور چلتا ہے گریباں پر

☆☆

غزل نمبر 81

صفائے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ زنگ آخر

تغیر آبِ برجاماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

خطِ نوخیز نیلِ چشمِ زخمِ صافیِ عارض

لیا آئینے نے حرزِ پرِ طوطی بچنگ آخر

ہلال آسا تہی رہ، گر کشادن ہائے دل چاہے

ہوا مہ کثرتِ سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

تڑپ کر مر گیا وہ صیدِ بال افشاں کہ مضطر تھا

ہوا ناسورِ چشمِ تعزیت چشمِ خدنگ آخر

لکھی یاروں کی بدمستی نے میخانے کی پامالی

ہوئی قطرہ فشانی ہائے مے بارانِ سنگ آخر

اسد پردے میں بھی آہنگِ شوقِ یار قائم ہے

نہیں ہے نغمے سے خالی خمیدن ہائے چنگ آخر

☆☆

غزل نمبر 82

بینش 122 بسعیِ ضبطِ جنوں نو بہار تر

دل در گدازِ نالہ بہ کاہ آبیار تر

قاتل بہ عزمِ ناز و دل از زخم در گداز

شمشیر آب دار و نگاہ آب دار تر

ہے کسوتِ عروج تغافل کمالِ حسن

چشمِ سیہ بہ مرگِ نگہ سوگوار تر

سعیِ خرام کاوشِ ایجادِ جلوہ ہے

جوشِ چکیدنِ عرق آئینہ کار تر

ہر گرد باد حلقۂ فتراکِ بے خودی

مجنونِ دشتِ عشق تحیر شکار تر

اے چرخ! خاک بر سرِ تعمیرِ کائنات

لیکن بنائے عہدِ وفا استوار تر

آئینہ داغِ حیرت و حیرت شکنج یاس

سیماب بے قرار و اسد بے قرار تر

☆☆

غزل نمبر 83

دیا یاروں نے بیہوشی میں درماں کا فریب آخر

ہُوا سکتے سے میں آئینۂ دستِ طبیب آخر

ستم کش مصلحت سے ہوں کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں

تکلف بر طرف، مل جائے گا تجھ سا رقیب آخر

رگِ گل جادۂ تارِ نگہ سے حد موافق ہے

ملیں گے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیب آخر

غرورِ ضبط وقتِ نزع ٹوٹا بے قرارانہ

نیاز بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبح رخساراں

ہوئی شامِ جوانی اے دلِ حسرت نصیب آخر

☆☆

غزل نمبر 84

فسونِ123 یک دلی ہے لذتِ بیداد دشمن پر

کہ وجدِ برق چوں پروانہ بال افشاں ہے خرمن پر

تکلف خار خارِ التماسِ بے قراری ہے

کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہن انگشتِ سوزن پر

برنگِ کاغذِ آتش زدہ، نیرنگِ بے تابی

ہزار آئینہ دل باندھا ہے بالِ یک تپیدن پر

میں اور وہ بے سبب رنج، آشنا دشمن کہ رکھتا ہے

شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر

یہ کیا وحشت ہے؟ اے دیوانہ پیش از مرگ واویلا

رکھی بے جا بنائے خانۂ زنجیر شیون پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا؟ قاتل سے کہتا ہے

کہ مشقِ ناز کر، خونِ تمنا124 میری گردن پر

☆☆

ردیف ز

غزل نمبر 85

حسنِ خود آرا کو ہے مشقِ تغافل ہنوز

ہے کفِ مشاطہ میں آئینۂ گل ہنوز

سادگیِ یک خیال، شوخیِ صد رنگ نقش

حیرتِ آئینہ ہے جیبِ تامل ہنوز

سادہ و پرکارتر، غافل و ہشیار تر

مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

ساقی و تعلیمِ رنج، محفل و تمکیں گراں

سیلیِ استاد ہے ساغرِ بے مُل ہنوز

شغلِ ہوس در نظر، لیک حیا بے خبر

شاخِ گلِ نغمہ ہے نالۂ بلبل ہنوز

دل کی صدائے شکست، سازِ طرب ہے اسد

شیشۂ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

☆☆

غزل نمبر 86

بیگانۂ125 وفا ہے ہوائے چمن ہنوز

وہ سبزہ سنگ پر نہ اُگا کوہ کن ہنوز

یارب ! یہ دردمند ہے کس کی نگاہ کا

ہے ربطِ مشک و داغِ سوادِ ختن ہنوز

جوں جادہ سر بکوئے تمنائے بے دلی

زنجیرِ پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

ہے نازِ مفلساں زرِ از دست رفتہ پر

ہوں گل فروشِ شوخیِ داغِ کہن ہنوز

میں دور گردِ قربِ بساطِ نگاہ تھا

بیرونِ دل نہ تھی تپشِ انجمن ہنوز

تھا مجھ کو خار خارِ جنونِ وفا اسد

سوزن میں تھا نہفتہ گلِ پیرہن ہنوز

☆☆

غزل نمبر 87

چاکِ گریباں کو ہے ربطِ تامل ہنوز

غنچے میں دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

دل میں ہے سودائے زلف مستِ تغافل ہنوز

ہے مژہِ خواب ناک ریشۂ سنبل ہنوز

پرورشِ نالہ ہے وحشتِ پرواز سے

ہے تہِ بالِ پری بیضۂ بلبل ہنوز

عشق کمیں گاہِ درد، وحشتِ دل دور گرد

دامِ تہِ سبزہ ہے حلقۂ کاکل ہنوز

لذتِ تقریرِ عشق پردگیِ گوشِ دل

جوہرِ افسانہ ہے عرضِ تحمل ہنوز

آئنہ امتحاں نذرِ تغافل اسد

شش جہت اسباب ہے وہمِ توکل ہنوز

☆☆

غزل نمبر 88

میں126 ہوں سرابِ یک تپش آموختن ہنوز

زخمِ جگر ہے تشنۂ لب دوختن ہنوز

اے شعلہ فرصتے کہ سویدائے دل سے ہوں

کشتِ سپندِ صد جگر اندوختن ہنوز

فانوسِ شمع ہے کفنِ کشتگانِ شوق

در پردہ ہے معاملۂ سوختن ہنوز

مجنوں ! فسونِ شعلہ خرامی فسانہ ہے

ہے شمعِ جادہ داغِ نیفروختن ہنوز

کُو یک شرر؟ کہ سازِ چراغاں کروں اسد

بزمِ طرب ہے پردگیِ سوختن ہنوز

☆☆

غزل نمبر 89

حریفِ127 مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز

دعا قبول ہو یارب کہ عمرِ خضر دراز !

نہ ہو بہ ہرزہ بیاباں نوردِ وہمِ وجود

ہنوز تیرے تصور میں ہے نشیب و فراز

فریبِ صنعتِ ایجاد کا تماشا دیکھ

نگاہ عکس فروش و خیال آئنہ ساز

وصال، جلوہ تماشا ہے، پھر دماغ کہاں

کہ دیجے آئنۂ انتظار کو پرواز

ہنوز اے اثرِ دید128 ننگِ رسوائی

نگاہ فتنہ خرام و درِ دو عالم باز

اسد سے ترکِ وفا کا گماں وہ معنی ہے

کہ کھینچیے پرِ طائر سے صورتِ پرواز

☆☆

غزل نمبر 90

نہ گلِ نغمہ ہوں، نہ پردۂ ساز

میں ہوں اپنی شکست کی آواز

تو اور آرائشِ خمِ کیسو129

میں اور اندیشہ ہائے130 دور و دراز

لافِ تمکیں فریبِ سادہ دلی

ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گداز

ہوں گرفتارِ اُلفتِ صیاد

ورنہ باقی ہے طاقتِ پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اُس ستمگر سے

ناز کھینچوں بجائے حسرتِ ناز

نہیں دل میں مرے وہ قطرۂ خوں

جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گلباز

اے ترا غمزہ، یک قلم انگیز

اے ترا ظلم سربسر انداز

تُو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو

ریزشِ سجادۂ جبینِ نیاز[131]

یا[132] علی ! یک نگاہ سوئے اسد

میں غریب اور تو غریب نواز

☆☆

غزل نمبر 91

کُو بیابانِ تمنا و کجا جولانِ عجز

آبلے پا کے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز

ہو قبولِ کم نگاہی تحفۂ اہلِ نیاز

اے دل و اے جانِ ناز اے دین و اے ایمانِ عجز

حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشمی ہائے ناز

عشق نے وا کی ہے ہر ایک خار سے مژگانِ عجز

اضطرابِ نارسائی موجدِ[133] شرمندگی

ہے عرق ریزیِ خجلت جوششِ طوفانِ عجز

وہ جہاں مسند نشینِ بارگاہِ ناز ہو

قامتِ خوباں ہو محرابِ نیاز ستانِ عجز

بسکہ بے پایاں ہے صحرائے محبت اے اسد

گرد باد اس راہ کا ہے عقدۂ پیمانِ عجز

☆☆

غزل نمبر 92

داغِ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز

خلوتِ سنگ میں ہے نالہ طلبگار ہنوز

خانہ ہے سیل سے خُو کردۂ دیدار ہنوز

دور بیں درزدہ ہے رخنۂ دیوار ہنوز

وسعتِ سعیِ کرم دیکھ کہ سر تا سرِ خاک

گزرے ہے آبلہ پا ابرِ گہر بار ہنوز

یک قلم کاغذِ آتش زدہ ہے صفحۂ دشت

نقشِ پا میں ہے تپِ گرمیِ رفتار ہنوز

آئی یک عمر سے معذورِ تماشا نرگس

چشمِ شبنم میں نہ ٹوٹا مژہِ خار ہنوز

کیوں ہوا تھا طرفِ آبلۂ پا یارب!

جادہ ہے واشدنِ پیچشِ طومار ہنوز

ہوں خموشیِ چمنِ حسرتِ دیدار اسد

مژہ ہے شانہ کشِ طرۂ گفتار ہنوز

☆☆

غزل نمبر 93

نہ بندھا تھا بہ عدم نقشِ دلِ مور ہنوز
تب سے ہے یاں دہنِ یار کا مذکور ہنوز

سبزہ ہے نوکِ زبانِ دہنِ گور ہنوز
حسرتِ عرضِ تمنا میں ہوں رنجور ہنوز

صد تجلی کدہ ہے صرفِ جبینِ غربت
پیرہن میں ہے غبارِ شررِ طور ہنوز

زخمِ دل میں ہے نہاں غنچۂ پیکانِ نگار
جلوۂ باغ ہے در پردۂ ناسور ہنوز

پاپُر از آبلہ راہِ طلبِ مے میں ہوا
ہاتھ آیا نہیں یک دانۂ انگور ہنوز

گل کھلے، غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی
اے اسد تیرگیِ بختِ سیہ ظاہر ہے
نظر آتی نہیں صبحِ شبِ دیجور ہنوز

☆☆

ردیف س

غزل نمبر 94

حاصلِ 134دل بستگی ہے عمرِ کوتاہ اور بس

وقفِ عرضِ عقدہ ہائے متصّل تارِ نفس

کیوں نہ طوطیِ طبیعت نغمہ پیرائی کرے

باندھتا ہے رنگِ گل آئینہ بر 135چاکِ قفس

اے ادافہماں136 ! صدا ہے تنگیِ فرصت سے خوں

ہے بصحرائے تحیر چشمِ قربانی جرس

تیز تر ہوتا ہے خشمِ تند خویاں عجز سے

ہے رگِ سنگِ فسانِ تیغِ شعلہ خار و خس

سختیِ راہِ محبت منعِ دخلِ غیر ہے

پیچ و تابِ جادہ ہے یاں جوہرِ تیغِ عسس

اے اسد خود ہم اسیرِ رنگ و بوئے باغ ہیں

ظاہرا صیادِ ناداں ہے گرفتارِ ہوس

☆☆

غزل نمبر 95

دشتِ الفت میں ہے خاکِ کشتگاں محبوس و بس

پیچ و تابِ جادہ ہے خطِ کفِ افسوس و بس

نیم رنگی ہائے شمع محفلِ خوباں سے ہے

پیچکِ مہ صرفِ چاکِ پردۂ فانوس و بس

ہے تصور میں نہاں سرمایۂ صد گلستاں

کاسۂ زانو ہے مجھ کو بیضۂ طاؤس و بس

کفر ہے غیر از گدازِ 137 شوق رہبر خواستن

راہِ صحرائے حرم میں ہے جرس ناقوس و بس

اے 138 اسد گل تختۂ مشق شگفتن ہو گئے

غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس و بس

☆☆

غزل نمبر 96

کرتا ہے بہ یادِ بتِ رنگیں دلِ مایوس

رنگِ ز نظر رفتہ حنائے کفِ افسوس

تھا خواب میں کیا جلوہ نظر جوشِ139 زلیخا

ہے بالشِ دل سوختگاں میں پرِ طاؤس

حیرت سے رخِ دوست کی از بسکہ ہیں بیکار

خور قطرۂ شبنم میں ہے جوں شمع بہ فانوس

دریافتنِ صحبتِ اغیار، غرض ہے

اے نامہ رساں نامہ رساں چاہیے جاسوس

ہے مشقِ اسد دستگہِ وصل کی منظور

ہوں خاک نشیں از پےٗ ادراکِ قدم بوس

☆☆

ردیف ش

غزل نمبر 97

140 ز جوشِ اعتدالِ فصل و تمکینِ بہار آتش

بہ اندازِ حنا ہے رونقِ دستِ چنار آتش

نہ لیوے گر خسِ جوہر طراوت سبزۂ خط سے

لگاوے خانۂ آئینہ میں روئے نگار آتش

فروغِ حسن سے ہوتی ہے حلِ مشکلِ عاشق

نکالے 141 ہے ز پائے شمع بر جاماندہ خار آتش

خیالِ دود تھا سر جوشِ سودائے غلط فہمی

اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش

ہوائے پر فشانی برقِ خرمن ہائے خاطر ہے

بہ بالِ شعلۂ بیتاب ہے پروانہ زار آتش

نہیں برق و شرر جز وحشت و ضبطِ تپیدن ہا

بلا گردانِ بے پروا خرامی ہائے یار آتش

دھوئیں سے آگ کے اک ابرِ دریا بار ہو پیدا

اسد حیدر پرستوں سے اگر ہووے دوچار آتش

☆☆

غزل نمبر 98

بہ اقلیمِ سخن ہے جلوۂ گردِ سوادِ آتش

کہ ہے دودِ چراغاں سے ہیولائے مداد، آتش

اگر 142 مضمونِ خاکستر شدن دیباچہ پیرا ہو

نہ باندھے شعلۂ جوالہ غیر از گرد بادِ آتش

کرے ہے لطفِ اندازِ برہنہ گوئیِ خوباں

ز 143 وا بالیدن مضمونِ سطرِ شعلہ یادِ آتش

دیا داغِ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا

نہ ہو بالیدہ غیر از جنبشِ دامانِ بادِ آتش

اسد 144 قدرت سے حیدر کی ہوئی ہر گبر و ترسا کو

شرارِ سنگِ بت ہی در بنائے اعتقادِ آتش

☆☆

ردیف ع

غزل نمبر 99

جادۂ رہ خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع
چرخ وا کرتا ہے ماہِ نو سے آغوشِ وداع

شمع سے ہے بزم انگشتِ تحیر در دہن
شعلۂ آوازِ خوباں پر بہ ہنگامِ سماع

جوں پرِ طاؤس جوہر تختہ مشقِ رنگ ہے
بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محوِ اختراع

رنجشِ حیرت سرشتاں سینہ صافی پیشکش
جوہرِ آئینہ ہے یاں گردِ میدانِ نزاع

چار سوئے دہر میں بازارِ غفلت گرم ہے
ورنہ145 نقصانِ تصور ہے خیالِ انتفاع

آشنا غالب نہیں ہیں دردِ دل کے آشنا
ورنہ کس کو میرے افسانے کی تابِ استماع

☆☆

غزل نمبر 100

رخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانیِ شمع

ہوئی ہے آتشِ گل آبِ زندگانیِ شمع

زبانِ اہلِ زباں میں ہے مرگ خاموشی

یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانیِ شمع

کرے ہے صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام

بہ طرزِ اہلِ فنا ہے فسانہ خوانیِ شمع

غم اِس کو حسرتِ پرواز کا ہے اے شعلہ

ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانیِ شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے

بہ جلوہ ریزیِ باد و بہ پر فشانیِ شمع

نشاطِ داغِ غمِ عشق کی بہار نہ پوچھ

شگفتگی ہے شہیدِ گلِ خزانیِ شمع

جلے ہے دیکھ کے بالینِ یار پر مجھ کو

اسد ہے دل پہ مرے داغِ بد گمانیِ شمع

☆☆

ردیف غ

غزل نمبر 101

عشاق اشکِ چشم سے دھوویں ہزار داغ

دیتا ہے اور جوں گل و شبنم بہار داغ

جوں چشمِ باز ماندہ ہے ہر یک بسوئے دل

رکھتا ہے داغِ تازہ کا یاں انتظار داغ

بے لالہ عارضاں مجھے گلگشتِ باغ میں

دیتی ہے گرمیِ گل و بلبل ہزار داغ

جوں اعتماد نامہ و خط کا ہو مہر سے

یوں عاشقوں میں ہے سببِ اعتبار داغ

ہوتے ہیں نیست جلوۂ خور سے ستارگاں

دیکھ اُس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

در146 عالم تصور روئے بتاں اسد

دکھلائے ہے مجھے دو جہاں لالہ زار داغ

☆☆

غزل نمبر 102

بلبلوں147 کو دور سے کرتا ہے منعِ بارِ باغ

ہے زبانِ پاسباں خارِ سرِ دیوارِ باغ

کون آیا جو چمن بیتابِ استقبال ہے

جنبشِ موجِ صبا ہے شوخیِ رفتارِ باغ

میں ہمہ حیرت جنوں بیتابِ دورانِ خمار

مردمِ چشمِ تماشا نقطۂ پرکارِ باغ

آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو بخشے ہے فروغ

ہے دمِ سردِ صبا سے گرمیِ بازارِ باغ

کون گل سے ضعف و خاموشیِ بلبل کہہ سکے

نے زبانِ غنچہ گویا نے زبانِ خارِ باغ

جوشِ گل کرتا ہے استقبالِ تحریرِ اسد

زیرِ مشقِ شعر، ہے نقش از پئے احضارِ باغ

☆☆

ردیف ف

غزل نمبر 103

نامہ 148 بھی لکھتے ہو تو بہ خطِ غبار حیف

رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش

مجبور یاں تلک ہوئے اے اختیار حیف

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز

گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

بیش از نفس بتاں کے کرم نے وفا نہ کی

تھا محملِ نگاہ بہ دوشِ شرار حیف

ہیں میری مشتِ خاک سے اُس کو کدورتیں

پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبار حیف

بنتا اسد میں سرمۂ چشمِ رکابِ یار

آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

☆☆

غزل نمبر 104

عیسیِ149 مہرباں ہے شفاریز یک طرف

درد آفریں ہے طبعِ الم خیز یک طرف

سنجیدنی ہے ایک طرف رنجِ کوہ کن

خوابِ گرانِ خسروِپرویز یک طرف

خرمن بباد دادۂ دعوے ہیں، ہو سو ہو

ہم اک150 طرف ہیں.برقِ شرر بیز یک طرف

ہر مو بدن پہ شہپرِ پرواز ہے مجھے

بے تابیِ دلِ تپش انگیز یک طرف

یک جانب اے اسد شبِ فرقت کا بیم ہے

دامِ ہوس ہے زلفِ دلاویز یک طرف

☆☆

ردیف ک

غزل نمبر 105

زخم 151پر باندھے ہیں کب طفلانِ بے پروا نمک
کیامزہ ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک
گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل
ورنہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا نمک
یاد ہیں اے ہمنشیں وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا تو میں پلکوں سے چنتا تھا نمک
شورِ جولاں تھا کنارِ بحر پر کس کا؟ کہ آج
گردِ ساحل ہے بزخمِ موجۂ دریا نمک
مجھ کو ارزانی رہے، تجھ کو مبارک ہو جیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک
داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی، واہ وا
یاد کرتا ہے مجھے، دیکھے ہے وہ جس جا نمک
چھوڑ کر جانا تنِ مجروح عاشق حیف ہے

دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگیں ہیں اعضا نمک

اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی اسد

زور نسبت مے سے رکھتا ہے نصارا152 کا نمک

☆☆

غزل نمبر 106

آ ہ153 کو چاہیے اک عمر اثر ہوتے تک

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہوتے تک

دامِ ہر موج میں ہے حلقۂ صد کامِ نہنگ

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہوتے تک

عاشقی صبر طلب، اور تمنا بے تاب

دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک

تا قیامت شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر

سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہوتے تک

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہوتے تک

پر توِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم

میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہوتے تک

یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل

گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہوتے تک

غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہوتے تک

☆☆

غزل نمبر 107

آئے 154 ہیں پارہ ہائے جگر درمیانِ اشک

لایا ہے لعلِ بیش بہا کاروانِ اشک

ظاہر کرے ہے جنبشِ مژگاں سے مدعا

طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہ زبانِ اشک

میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تن عرق

از بسکہ صرفِ قطرہ زنی تھا بسانِ اشک

دلِ خستگاں کو ہے طربِ صد چمن بہار

باغِ بخوں تپیدن و آبِ روانِ اشک

در 155 حالِ انتظارِ قدومِ بتاں اسد

ہے بر سرِ مژہ، نگراں، دید بانِ اشک

☆☆

ردیف گ

غزل نمبر 108

گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت، دعا نہ مانگ

یعنی، بغیرِ یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

اے 156آرزو شہیدِ وفا خوں بہا نہ مانگ

جز بہرِ دست و بازوئے قاتل دعا نہ مانگ

گستاخیِ وصال ہے مشاطۂ نیاز

یعنی دعا بجز خمِ زلفِ دوتا نہ مانگ

برہم ہے بزمِ غنچہ بہ یک جنبشِ نشاط

کاشانہ بسکہ تنگ ہے، غافل ہوا نہ مانگ

عیسیٰ ! طلسمِ حسن تغافل ہے زینہار

جز پشتِ چشم نسخۂ عرضِ دوا نہ مانگ

میں دور گردِ عرضِ رسومِ نیاز ہوں

دشمن سمجھ ولے نگہِ آشنا نہ مانگ

نظارہ دیگر و دلِ خونیں نفس دگر

آئینہ دیکھ جوہرِ برگِ حنا نہ مانگ

آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد

مجھ سے حسابِ بے گنہی اے خدا نہ مانگ

یک بختِ157 اوج نذرِ سبک سارِیِ اسد158

سر پر وبالِ سایۂ بالِ ہما نہ مانگ

☆☆

ردیف ل

غزل نمبر 109

بدر159 ہے آئینۂ طاقِ ہلال

غافلاں ! نقصان سے پیدا ہے کمال

ہے بہ یادِ زلفِ مشکیں سال وماہ

روزِ روشن شامِ آنسوئے خیال

بسکہ ہے اصلِ دمیدن ہا غبار

ہے نہالِ شکوۂ ریحاں سفال

صافیِ رخسار سے ہنگامِ شب

عکسِ داغِ شب ہوا عارض پہ خال

نورِ160 حیدر سے ہے اس کی روشنی

ورنہ ہے خورشید یک دستِ سوال

شورِ حشر اُس فتنہ قامت کے حضور

سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال

ہو جو بلبل پیروِ فکرِ اسد

غنچۂ161 منقارِ گُل ہو زیرِ بال

☆☆

غزل نمبر 110

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل

جوں زلفِ یار ہوں میں سراپا شکستہ دل

ہے سرنوشت میں رقمِ واشکستگی

ہوں جوں خطِ شکستہ بہر جا شکستہ دل

امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں

ہے چشمِ اشک ریز سے دریا شکستہ دل

ناسازیِ نصیب و درشتیِ غم سے ہے

امید نا امید و تمنا شکستہ دل

ہے سنگِ ظلمِ چرخ سے میخانے میں اسد

صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

☆☆

غزل نمبر 111

ہوں بہ وحشت انتظار آوارۂ دشتِ خیال

اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشمِ غزال

ہے نفس پروردہ گلشن، کس ہوائے بام کا

طوقِ قمری میں ہے سرو باغ ریحانِ سفال

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخمِ دل پر رحم کر

آخر اس پردے میں تو ہنستی تھی اے صبحِ وصال

بیکسی افسردہ ہوں، اے ناتوانی کیا کروں؟

جلوۂ خورشید سے ہے گرم پہلوئے ہلال

شکوہ درد و درد داغ، اے بے وفا معذور رکھ

خوں بہائے یک جہاں اُمید ہے تیرا خیال

عرضِ دردِ بے وفائی وحشتِ اندیشہ ہے

خوں ہوا دل تا جگر، یا رب زبانِ شکوہ لال

اُس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے اسد

مالِ سُنّی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال

☆☆

غزل نمبر 112

بہرِ عرضِ حالِ شبنم، ہے رقم ایجادِ گل
ظاہرا ہے اس چمن میں لالِ مادر زاد، گل

گر کرے انجام کو آغاز ہی میں یادِ گل
غنچے سے منقارِ بلبل وار ہو فریاد گل

گر بہ بزمِ باغ کھینچے نقشِ روئے یار کو
شمع ساں ہو جائے قطِّ خامۂ بہزاد، گل

دستِ رنگیں سے جو رُخ پر وا کرے زلفِ رسا
شاخِ گل میں ہو نہاں جوں شانہ در شمشاد گل

سعیِ عاشق ہے فروغ افزائے آبِ روئے کار
ہے شرارِ تیشہ بہرِ تربتِ فرہاد، گل

ہے تصور صافیِ قطعِ نظر از غیرِ یار
لختِ دل سے لاوے ہے شمعِ خیال آباد گل

گلشن آبادِ دلِ مجروح میں ہو جائے ہے
غنچۂ پیکانِ شاخِ ناوکِ صیاد گل

برقِ سامانِ نظر ہے جلوۂ بیباکِ حسن

شمعِ خلوت خانہ کیجے، ہر چہ بادا باد گل

خاک ہے عرضِ بہارِ صد نگارستاں اسد

آرزوئیں162 کرتی ہیں از خاطرِ آزاد گل

☆☆

غزل نمبر 113

گرچہ ہے یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ دل

ہے چمن سرمایۂ بالیدنِ صد رنگ دل

بے دلوں سے ہے تپش جوں خواہشِ آب از سراب

ہے شرر معلوم163 اگر رکھتا ہووے سنگ دل

رشتۂ فہمیدِ ممسک ہے بہ بندِ کو تہی

عقدہ ساں ہے کیسۂ زر پر خیالِ تنگ دل

ہوں ز پا افتادۂ اندازِ یادِ حسنِ سبز

کس قدر ہے نشہ فرسائے خمارِ بنگ دل

شوقِ بے پروا کے ہاتھوں مثلِ سازِ نادرست

کھینچتا ہے آج نالے خارجِ آہنگ دل

اے اسد خامُش ہے طوطیِ شکر گفتارِ طبع

ظاہرا رکھتا ہے آئینہ اسیرِ زنگ دل

☆☆

ردیف م

غزل نمبر 114

اثر کمندِ فریادِ نارسا معلوم
غبارِ نالہ کمیں گاہِ مدعا معلوم
بقدرِ حوصلۂ عشق جلوہ ریزی ہے
وگرنہ خانۂ آئینہ کی فضا معلوم
بہ نالہ حاصلِ دل بستگی فراہم کر
متاعِ خانۂ زنجیر جز صدا معلوم
بہار در گروِ غنچۂ شہر جولاں ہے
طلسمِ ناز بجز تنگیِ قبا معلوم
طلسمِ خاک کمیں گاہِ یک جہاں سودا
بہ مرگ تکیۂ آسائشِ فنا معلوم
تکلف آئنۂ دوجہاں مدارا ہے
سُراغِ یک نگہِ قہر آشنا معلوم
اسد فریفتۂ انتخابِ طرزِ جفا
وگرنہ دلبریِ وعدۂ وفا معلوم

☆☆

غزل نمبر 115

ازاں جا کہ حسرت کشِ یار ہیں ہم

رقیبِ تمنائے دیدار ہیں ہم

رسیدن گلِ باغِ واماندگی ہے

عبث محفل آرائے رفتار ہیں ہم

نفس ہو نہ معزولِ شعلہ درودن

کہ ضبطِ تپش سے شرر کار ہیں ہم

تغافل کمیں گاہِ وحشت شناسی

تماشائے گلشن، تمنّائے چیدن

بہار آفرینا! گنہگار ہیں ہم

نہ ذوقِ گریباں، نہ پروائے داماں

نگہ آشنائے گل و خار ہیں ہم

اسد! شکوہ کفر و دعا نا سپاسی

ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

☆☆

غزل نمبر 116

بسکہ ہیں بد مستِ بشکن بشکنِ میخانہ ہم

موئے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس

برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم

بسکہ ہر یک موئے زلف افشاں سے ہے تارِ شعاع

پنجۂ خورشید کو سمجھے ہیں دستِ شانہ ہم

نقش 164 بندِ خاک ہے موج از فروغ ماہتاب

سیل سے فرشِ کتاں کرتے ہیں تا ویرانہ ہم

مشقِ از خود رفتگی سے ہیں بہ گلزارِ خیال

آشنا تعبیر خوابِ سبزۂ بیگانہ ہم

فرطِ بیخوابی سے ہیں شبہائے ہجرِ یار میں

جوں زبانِ شمع داغِ گرمیِ افسانہ ہم

جانتے ہیں جوششِ سودائے زلفِ یار میں

سنبلِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم

بسکہ وہ چشم وچراغِ محفلِ اغیار ہے

چپکے چپکے جلتے ہیں جوں شمعِ ماتم خانہ ہم

شامِ165 غم میں سوزِ عشقِ شمع رویاں سے اسد

جانتے ہیں سینۂ پر خوں کو زنداں خانہ ہم

☆☆

غزل نمبر 117

جس دم کہ جادہ وار ہو تارِ نفس تمام

پیمائشِ زمینِ رہِ عمر بس تمام

کیا دے صدا کہ الفتِ گمگشتگاں سے آہ

ہے سرمہ گردِ رہ بہ گلوئے جرس تمام

ڈرتا ہوں کوچہ گردیِ بازارِ عشق سے

ہیں خارِ راہ جوہرِ تیغِ عسس تمام

اے بالِ اضطراب کہاں تک فسردگی

یک پر زدن تپش میں ہے کارِ قفس تمام

گذرا جو آشیاں کا تصور بہ وقتِ بند

مژگانِ چشمِ دام ہوئے خار و خس تمام

کرنے نہ پائے ضعف سے شورِ جنوں اسد

اب کی بہار کا یونہی گزرا برس تمام

☆☆

غزل نمبر 118

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم

شعلہ ہاندرِ سمندر بلکہ آتش خانہ ہم

حسرتِ عرضِ تمنایاں سے سمجھا چاہیے

دو جہاں شر زبانِ خشک ہیں جوں شانہ ہم

کشتیِ عالم بہ طوفانِ تغافل دے کہ ہیں

عالمِ آبِ گدازِ جوہرِ افسانہ ہم

وحشتِ بے ربطیِ پیچ و خمِ ہستی نہ پوچھ

ننگِ بالیدن ہیں جوں موئے سرِ دیوانہ ہم

باوجودِ یک جہاں ہنگامہ پر موہوم ہیں

ہیں چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

☆☆

ردیف ن

غزل نمبر 119

خوش 166 وحشتے کہ عرضِ جنونِ فنا کروں
جوں گردِ راہ، جامۂ ہستی قبا کروں

گر بعدِ مرگ وحشتِ دل کا گلہ کروں
موجِ غبار سے پرِ یک دشت وا کروں

آ اے بہارِ ناز! کہ تیرے خرام سے
دستار گردِ شاخِ گلِ نقشِ پا کروں

خوش اوفتادگی کہ بہ صحرائے انتظار
جوں جادہ گردِ رہ سے نگہ سرمہ سا کروں

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیرِ چاک
درد اور یہ کمیں کہ رہِ نالہ وا کروں

وہ بے دماغِ منتِ اقبال ہوں کہ میں
وحشت بہ داغِ سایۂ بالِ ہما کروں

وہ التماسِ لذتِ بیداد ہوں کہ میں

تیغِ ستم کو پشتِ خمِ التجا کروں

وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز

افشاں غبارِ سرمہ سے فردِ صدا کروں

لوں وام بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش اسد

لیکن یہ بیم ہے کہ کہاں سے ادا کروں

☆☆

غزل نمبر 120

غنچۂ167 ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں
پرسشِ طرزِ دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں
رات کے وقت مے پیے، ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں
بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھیے
اُس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں
میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یوں
جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشکِ فارسی
شعر اسد کے ایک دو پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں

☆☆

غزل نمبر 121

آنسو168 کہوں کہ آہ سوارِ ہوا کہوں

ایسا عناں گسیختہ آیا کہ کیا کہوں

اقبالِ کلفتِ دلِ بے مدعا رسا

اختر کو داغِ سایۂ بالِ ہما کہوں

مضمونِ وصل ہاتھ نہ آیا مگر اسے

اب طائرِ پریدۂ رنگِ حنا کہوں

حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوئے دل

ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کہوں

دزدیدنِ دلِ ستم آمادہ ہے محال

مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں

طرز آفرینِ نکتہ سرائیِ طبع ہے

آئینۂ خیال کو طوطی نما کہوں

غالب ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے

ہے عجزِ بندگی جو علی کو خدا کہوں

☆☆

غزل نمبر 122

ہم سے کھُل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن

ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ کر عذرِ مستی ایک دن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

غرۂ رفعت بنائے عالمِ امکاں نہ ہو

اس بلندی کے نصیبوں میں ہے پستی ایک دن

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے

بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

دھول دھپّا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں

ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

☆☆

غزل نمبر 123

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالوں

یک فردِ نسب نامۂ نیرنگ نکالوں

کُو تیزیِ رفتار کہ صحرا سے زمیں کو

جوں قمریِ بسمل تپش آہنگ نکالوں

دامانِ شفق طرفِ نقابِ مہِ نو سے169

ناخن کو جگر کاوی میں بیرنگ نکالوں

کیفیتِ دیگر ہے فشارِ دلِ خونیں

یک غنچہ سے صد خُم مۓ گلرنگ نکالوں

پیمانۂ وسعت کدۂ شوق ہوں اے رشک

محفل سے مگر شمع کو دل تنگ نکالوں

گر ہو بلدِ شوق مری خاک کو وحشت

صحرا کو بھی گھر سے کئی فرسنگ نکالوں

فریاد اسد غفلتِ رسوائیِ دل سے

کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں

☆☆

غزل نمبر 124

سودائے عشق سے دمِ سردِ کشیدہ ہوں

شامِ خیالِ زلف سے صبحِ دمیدہ ہوں

دورانِ سر سے گردشِ ساغر ہے متصل

خمخانۂ جنوں میں دماغِ رسیدہ ہوں

کی متصل ستارہ شماری میں عمر صرف

تسبیحِ اشک ہائے ز مژگاں چکیدہ ہوں

دیتا ہوں کشتگاں کو سخن سے سرِ تپش

مضرابِ تار ہائے گلوئے بریدہ ہوں

ہے جنبشِ زباں بہ دہن سخت ناگوار

خوں نابۂ ہلاہلِ حسرت چشیدہ ہوں

جوں بوئے گل ہوں گرچہ گرانبارِ مشتِ زر

لیکن اسد بہ وقتِ گزشتن جریدہ ہوں

☆☆

غزل نمبر 125

کیا ضعف میں امید کو دل تنگ نکالوں

میں خار ہوں آتش میں چبھوں رنگ نکالوں

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشاں

اے نالہ میں کس پردے میں آہنگ نکالوں

یک نشو و نما جا نہیں جولانِ ہوس کو

ہر چند بمقدارِ دلِ تنگ نکالوں

یک جلوۂ خورشید خریدارِ وفا ہو

جوں ذرۂ صد آئنہ بیرنگ نکالوں170

افسردۂ تمکیں ہے نفس گرمیِ احباب

پھر شیشے سے عطرِ شررِ سنگ نکالوں

ضعف آئنہ پردازیِ دستِ دگراں ہے

تصویر کے پردے میں مگر رنگ نکالوں

ہے غیرتِ الفت کہ اسد اُس کی ادا پر

گر دیدہ و دل صلح کریں جنگ نکالوں

☆☆

غزل نمبر 126

خوں171 در جگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہوں
خود آشیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں

ہے دستِ رد بسیرِ جہاں بستنِ نظر
پائے ہوس بہ دامنِ مژگاں کشیدہ ہوں

میں چشمِ وا کشادہ و گلشن نظر فریب
لیکن عبث کہ شبنمِ خورشید دیدہ ہوں

تسلیم سے یہ نالۂ موزوں ہوا حصول
اے بے خبر میں نغمۂ چنگِ خمیدہ ہوں

پیدا نہیں ہے اصلِ تگ و تازِ جستجو
مانندِ موجِ آب زبانِ بریدہ ہوں

میں بے ہنر کہ جوہرِ آئینہ تھا عبث
پائے نگاہِ خلق میں خارِ خلیدہ ہوں

میرا نیاز و عجز ہے مفتِ بتاں اسد
یعنی کہ بندۂ بہ درم نا خریدہ ہوں

☆☆

غزل نمبر 127

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

کسو کو زخود رستہ کم دیکھتے ہیں

کہ آہو کو پابندِ رم دیکھتے ہیں

خطِ لختِ دل یک قلم دیکھتے ہیں

مژہ کو جواہر رقم دیکھتے ہیں

دل آشفتگاں خالِ کنجِ دہن کے

سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں

ترے سروِ قامت سے اک قدِّ آدم

قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

تماشا کراے محوِ آئینہ داری

تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں

سراغِ تفِ نالہ لے داغِ دل سے

کہ شب رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب

تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 128

جوں مردمکِ چشم سے ہوں جمع نگاہیں

خوابیدہ بہ حیرت کدۂ داغ ہیں آہیں

پھر حلقۂ کاکل میں پڑیں دید کی راہیں

جوں دود فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں

پایا سرِ ہر ذرّہ جگر گوشۂ وحشت

ہیں داغ سے معمور شقایق کی کلاہیں

کس دل پہ ہے عزمِ صفِ مژگانِ خود آرا

آئینے کی پایاب سے اتری ہیں سپاہیں

دیر و حرم آئینۂ تکرارِ تمنا

واماندگیِ شوق تراشے ہے پناہیں

یہ مطلع اسد جوہرِ افسونِ سخن ہو

گر عرضِ تپاکِ جگرِ سوختہ چاہیں

مطلع

حیرت کشِ یک جلوۂ معنی ہیں نگاہیں

کھینچوں ہوں سویدائے دلِ چشم سے آہیں

☆☆

غزل نمبر 129

بقدرِ 172لفظ و معنی فکرت احرامِ گریباں ہیں

وگرنہ کیجیے جو ذرہ عریاں ہم نمایاں ہیں

عروج نشۂ واماندگی پیمانہ محمل تر

برنگِ ریشۂ تاک آبلے جادے میں پنہاں ہیں

بہ وحشت گاہِ امکاں اتفاقِ چشم مشکل ہے

مہ وخورشید باہم سازِ یک خوابِ پریشاں ہیں

نہ انشا معنیِ مضموں نہ املا صورتِ موزوں

عنایت نامہائے اہلِ دنیاہرزہ عنواں ہیں

طلسمِ آفرینش حلقۂ یک بزمِ ماتم ہے

زمانے کی شبِ یلدا سے موئے سرپریشاں ہیں173

یہ کس خورشید 174کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی

کہ مثلِ ذرہ ہائے خاک آئینے پر افشاں ہیں

اسد بزمِ تماشا میں تغافل پردہ داری ہے

اگر ڈھانپے توآنکھیں ڈھانپ ہم تصویرِ عریاں ہیں

☆☆

غزل نمبر 130

جائے کہ پائے سیلِ بلا درمیاں نہیں

دیوانگاں کو واں ہوسِ خانماں نہیں

کس جرم سے ہے چشم تجھے حسرتِ قبول

برگِ حنا مگر مژہِ خوں فشاں نہیں

ہر رنگ گردش آئنہ ایجادِ درد ہے

اشکِ سحاب جز بوداعِ خزاں نہیں

جز عجز کیا کروں بہ تمنائے بے خودی

طاقت حریفِ سختیِ خوابِ گراں نہیں

عبرت سے پوچھ دردِ پریشانیِ نگاہ

یہ گردِ وہم جز بہ سرِ امتحاں نہیں

گل غنچگی میں غرقۂ دریائے رنگ ہے

اے آگہی فریبِ تماشا کہاں نہیں

برقِ بجانِ حوصلہ آتش فگن اسد

اے دل فسردہ طاقتِ ضبطِ فغاں نہیں

☆☆

غزل نمبر 131

مرگِ شیریں ہو گئی تھی کوہکن کی فکر میں

تھا حریرِ سنگ سے قطعِ کفن کی فکر میں

فرصتِ یک چشمِ حیرت شش جہت آغوش ہے

ہوں پسند آسا ودائعِ انجمن کی فکر میں

وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہوں جسے

کوچہ دے ہے زخمِ دل صبحِ وطن کی فکر میں

سایۂ گل داغ و جوشِ نکہتِ گل موجِ درد

رنگ کی گرمی ہے تاراجِ چمن کی فکر میں

فالِ ہستی خار خارِ وحشتِ اندیشہ ہے

شوخیِ سوزن ہے ساماں پیرہن کی فکر میں

غفلتِ دیوانہ 175جز تمہیدِ آگاہی نہیں

مغزِ سر خوابِ پریشاں ہے سخن کی فکر میں

مجھ میں اور مجنوں میں وحشت سازِ دعویٰ ہے اسد

برگ برگِ بید ہے ناخن زدن کی فکر میں

☆☆

غزل نمبر 132

ہے176 ترحم آفریں آرائشِ بیداد یاں

اشکِ چشمِ دام ہے پروانۂ صیاد یاں

ہے گدازِ موم اندازِ چکیدن ہائے خوں

نیشِ زنبورِ عسل ہے نشترِ فصاد یاں

ناگوارا ہے ہمیں احسانِ صاحب دولتاں

ہے زرِ گل 177 سے نظر میں جوہرِ فولاد یاں

جنبشِ دل سے ہوئے ہیں عقدہ ہائے کار وا

کمتریں مزدورِ سنگیں دست ہے فرہاد یاں

قطرہ ہائے خونِ بسمل زیبِ داماں ہیں اسد

ہے تماشا کردنی گلچینیِ جلاد یاں

☆☆

غزل نمبر 133

اے نواسازِ تماشا سر بکف جلتا ہوں میں

اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہوں میں

شمع ہوں لیکن بہ پا در رفتہ خارِ جستجو

مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

ہے مساسِ دستِ افسوس آتش انگیزِ تپش

بے تکلف آپ پیدا کرکے تف جلتا ہوں میں

ہے تماشا گاہِ سوزِ تازہ ہر یک عضوِ تن

جوں چراغانِ دوالی صف بہ صف جلتا ہوں میں

شمع ہوں تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح

بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہوں میں

☆☆

غزل نمبر 134

فتادگی میں قدم استوار رکھتے ہیں
برنگِ جادہ سرِ کوئے یار رکھتے ہیں
برہنہ مستیِ صبحِ بہار رکھتے ہیں
جنونِ حسرتِ یک جامہ وار رکھتے ہیں
طلسمِ مستیِ دل آں سوئے ہجومِ سرشک
ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں
ہمیں حریرِ شرر بافِ سنگ خلعت ہے
یہ ایک پیرہنِ زرنگار رکھتے ہیں
نگاہِ دیدۂ نقشِ قدم ہے جادۂ راہ
گزشتگاں اثرِ انتظار رکھتے ہیں
ہوا ہے گریۂ بے باک ضبط سے تسبیح
ہزار دل پہ ہم اک اختیار رکھتے ہیں
بساطِ ہیچ کسی میں برنگِ ریگِ رواں
ہزار دل بہ وداعِ قرار رکھتے ہیں
جنونِ فرقتِ یارانِ رفتہ ہے غالب
بسانِ دشت دلِ پُر غبار رکھتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 135

تنِ178 بہ بندِ ہوس در نہ دادہ رکھتے ہیں

دلِ179 ز کارِ جہاں اوفتادہ رکھتے ہیں

تمیزِ زشتی و نیکی میں لاکھ باتیں ہیں

بہ عکسِ آئنہ یک فردِ سادہ رکھتے ہیں

برنگِ سایہ ہمیں بندگی میں ہے تسلیم

کہ داغِ دل بہ جبینِ کشادہ رکھتے ہیں

بہ زاہداں رگِ گردن ہے رشتۂ زنار

سرے بہ پائے بتے نانہادہ رکھتے ہیں

معافِ بیہُدہ گوئی ہیں ناصحانِ عزیز

دلے بہ دستِ نگارے نہ دادہ رکھتے ہیں

برنگِ سبزہ عزیزانِ بد زباں یک دست

ہزار تیغ بہ زہراب دادہ رکھتے ہیں

زمانہ سخت کم آزار ہے بجانِ اسد

وگرنہ ہم توتوقع زیادہ رکھتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 136

بہ غفلت عطرِ گل ہم آگہی مخمور ملتے ہیں

چراغانِ تماشا چشمِ صد ناسور ملتے ہیں

رہا کس جرم سے میں بے قرارِ داغِ ہم طرحی

سمندر کو پرِ پروانہ سے کافور ملتے ہیں

چمن نا محرمِ آگاہیِ دیدارِ خوباں ہے

سحر گلہائے نرگس چند چشمِ کور ملتے ہیں

کجا جوہر چہ عکسِ خط بتاں وقتِ خود آرائی

دلِ آئینہ زیرِ پائے خیلِ مور ملتے ہیں

تماشائے بہارِ آئینۂ پردازِ تسکیں ہے

کفِ گلبرگ سے پائے دلِ رنجور ملتے ہیں

گراں جانی سبک سار و تماشا بے دماغ آیا

کفِ افسوسِ فرصت سنگِ کوہِ طور ملتے ہیں

اسد حیرت کشِ یک داغِ مشک اندودہ ہے یارب

لباسِ شمع پر عطرِ شبِ دیجور ملتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 137

180 سرشک آشفتہ سر تھا قطرہ زن مژگاں سے جانے میں

رہے یاں شوخیِ رفتار سے پا آستانے میں

ہجومِ مژدۂ دیدار و پرِ دازِ تماشا ہا

گلِ اقبالِ خس ہے چشمِ بلبل آشیانے میں

ہوئی یہ بے خودی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے

کہ طوطی قفلِ زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے میں

ترے کوچے میں ہے مشاطۂ واماندگی قاصد

پرِ پرواز زلفِ باز 181 ہے ہدہد کے شانے میں

کجا معزولیِ آئینہ کُو ترکِ خود آرائی

نمد در آب ہے اے سادہ پُرکار اس بہانے میں

بحکمِ عجز ابروئے مہِ نو حیرت ایما ہے

کہ یاں گم کر جبینِ سجدہ فرسا آستانے میں

دلِ نازک پہ اُس کے رحم آتا ہے مجھے غالب

نہ کر بے باک اس کافر کو الفت آزمانے میں

☆☆

غزل نمبر 138

فزوں کی دوستوں نے حرصِ قاتل ذوقِ کشتن میں

ہوئے ہیں بخیہ ہائے زخم، جوہر تیغِ دشمن میں

تماشا کردنی ہے لطفِ زخمِ انتظار اے دل !

سویدا182 داغِ مرہم مردمک ہے چشمِ سوزن میں

دل و دین و خرد تاراج نازِ جلوہ پیرائی

ہوا ہے جوہرِ آئینہ خیلِ مور خرمن میں

ہوئی تقریبِ منعِ شوقِ دیدن خانہ ویرانی

کفِ سیلاب باقی ہے برنگِ پنبہ روزن میں

نکوہش مانعِ دیوانگی ہائے جنوں آئی

لگایا خندۂ ناصح نے بخیہ جیب و دامن میں

اسد زندانیِ تاثیرِ الفت ہائے خوباں ہوں

خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوق گردن میں

☆☆

غزل نمبر 139

پاؤں میں جب وہ حنا باندھتے ہیں

میرے ہاتھوں کو جدا باندھتے ہیں

آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے؟

ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں

حسنِ افسردہ دلی ہار نگیں

شوق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں

تیرے بیمار پہ ہیں فریادی

وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں

قید میں بھی ہے اسیری آزاد

چشمِ زنجیر کو وا باندھتے ہیں

شیخ جی کعبے کا جانا معلوم

آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں

کس کا دل زلف سے بھاگا کہ اسد

دستِ شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 140

ہوئی ہیں آب شرمِ کوششِ بے جاسے تدبیریں
عرق ریزِ تپش ہیں موج کی مانند زنجیریں
خیالِ سادگی ہائے تصور نقشِ حیرت ہے
پرِ عنقا پہ رنگِ رفتہ سے کھینچی ہیں تصویریں
زبس ہر شمع یاں آئینۂ حیرت پرستی ہے
کرے ہیں غنچۂ منقارِ طوطی نقش گلگیریں
سپندِ آہنگیِ ہستی و سعیِ نالہ فرسائی
غبار آلودہ میں جوں دودِ شمع کشتہ تقریریں
درشتیِ تائل پنبۂ گوشِ حریفاں ہے
وگرنہ خواب کی مضمر ہیں افسانے میں تعبیریں
بتانِ شوخ کی تمکینِ بعد از قتل کی حیرت
بیاضِ دیدۂ نخچیر پر کھینچے ہے تصویریں
اسد طرزِ عروجِ اضطرابِ دل کو کیا کہیے
سمجھتا ہوں تپش کو الفتِ قاتل کی تاثیریں

☆☆

غزل نمبر 141

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہیں

ہم بھی مضموں کی ہوا باندھتے ہیں

تیری فرصت کے مقابل اے عمر

برق کو پابہ حنا باندھتے ہیں

قیدِ ہستی سے رہائی معلوم

اشک کو بے سر و پا باندھتے ہیں

نشۂ رنگ سے ہے واشدِ گل

مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں

غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ

لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

اہلِ تدبیر کی واماندگیاں

آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

سادہ پُرکار ہیں خوباں کہ اسد183

ہم سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں

☆☆

غزل نمبر 142

بے دماغی حیلہ جوئے ترکِ تنہائی نہیں

ورنہ کیا موج نفس زنجیرِ رسوائی نہیں

وحشیِ خو کردۂ نظارہ ہے حیرت جسے

حلقۂ زنجیر جز چشمِ تماشائی نہیں

قطرے کو جوشِ عرق کرتا ہے دریا دستگاہ

جز حیا پرکارِ سعیِ بے سر و پائی نہیں

چشمِ نرگس میں نمک بھرتی ہے شبنم سے بہار

فرصتِ نشو و نما سازِ شکیبائی نہیں

کس کو دوں یارب حسابِ سوز ناکی ہائے دل

آمد و رفتِ نفس جز شعلہ پیمائی نہیں

مت 184رکھ اے انجام غافل سازِ ہستی پر غرور

مور کے پر ہیں سر و برگِ خود آرائی نہیں

سایۂ افتادگی بالین و بستر ہوں اسد

جوں صنوبر دل سراپا قامت آرائی نہیں

☆☆

غزل نمبر 143

ظاہرا185 سرِ پنجۂ افتادگاں گیرا نہیں

186ورنہ کیا داماں کے حسرت پہ نقشِ پا نہیں

آنکھیں پتھرائی نہیں، نا محسوس ہے تارِ نگاہ

ہے زمیں از بسکہ سنگیں جادہ بھی پیدا نہیں

ہو چکے ہم جادہ ساں صد بار قطع و تا ہنوز

زینتِ یک پیرہن جوں دامنِ صحرا نہیں

ہو سکے ہے پردۂ جوشیدنِ خونِ جگر

اشک بعدِ ضبط غیر از پنبۂ مینا نہیں

ہو سکے کب کلفتِ دل مانعِ طوفانِ اشک

گردِ ساحل سنگِ راہِ جوششِ دریا نہیں

ہے طلسمِ187 دیر میں صد حشرِ پاداشِ عمل

آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہیں

☆☆

غزل نمبر 144

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہیں

دامنِ تمثال آبِ آئنہ سے تر نہیں

ہوتے ہیں بے قدر در کنجِ وطن صاحب دلاں188

عزلت آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں

باعثِ ایذا ہے برہم خوردنِ بزمِ سرور

لخت لختِ شیشۂ بشکستہ جز نشتر نہیں

واں سیاہی مردمک ہے اور یاں داغِ شراب

مہ حریفِ نازشِ ہم چشمیِ ساغر نہیں

ہے فلک بالانشینِ فیضِ خم گردیدنی

عاجزی سے ظاہرا رتبہ کوئی برتر نہیں

دل کو اظہارِ سخن اندازِ فتح الباب ہے

یاں صریرِ خامہ غیر از اصطکاکِ در نہیں

کب تلک پھیرے اسد لب ہائے تفتہ پر زباں

طاقتِ لب تشنگی اے ساقیِ کوثر نہیں

☆☆

غزل نمبر 145

دیکھیے مت چشمِ کم سے سوئے ضبط افسردگاں

جوں صدف پُر دُر ہیں دنداں در جگر افشردگاں

گرمِ تکلیفِ دلِ رنجیدہ ہے از بسکہ چرخ

قرصِ کافوری ہے بہرِ جانِ سرما خوردگاں

رنجشِ دل یک جہاں ویراں کرے گی اے فلک

دشت ساماں ہے غبارِ خاطرِ افسردگاں

ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درسِ تاسف ہی سہی

شوق مفتِ زندگی ہے اے بہ غفلت مُردگاں

خار سے گل سینہ افگارِ جفا ہے اے اسد !

برگ ریزی ہے پر افشانیِ ناوک خوردگاں

☆☆

غزل نمبر 146

صاف189 ہے از بسکہ عکسِ گل سے گلزارِ چمن

جانشینِ جوہرِ آئینہ ہے خارِ چمن

ہے نزاکت بسکہ فصلِ گل میں معمارِ چمن

قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن

تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار

جوہرِ آئینہ ہے یاں نقشِ احضارِ چمن

بسکہ پائی یار کی رنگیں ادائی سے شکست

ہے کلاہِ نازِ گل بر طاقِ دیوارِ چمن

الفتِ گل سے غلط ہے دعویِ وارستگی

سرو ہے با وصفِ آزادی گرفتارِ چمن

وقت ہے گر بلبلِ مسکیں زلیخائی کرے

یوسفِ گل جلوہ فرما ہے بہ بازارِ چمن

وحشت افزا گریہ ہا موقوفِ فصلِ گل اسد

چشمِ دریا ریز ہے میزابِ سرکارِ چمن

☆☆

ردیف و

غزل نمبر 147

اگر وہ آفتِ نظارہ جلوہ گستر ہو

ہلال ناخنکِ دیدہ ہائے اختر ہو

بہ یادِ قامت اگر ہو بلند آتشِ غم

ہر ایک داغِ جگر آفتابِ محشر ہو

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا

اب اُس سے ربط کروں جو بہت ستمگر ہو

عجب نہیں ہے تحریرِ حالِ گریۂ چشم

بروئے آب جوہر موجِ نقشِ مسطر ہو

امیدوار ہوں تاثیرِ تلخ کامی سے

کہ قندِ بوسۂ شیریں لباں مکرر ہو

صدف کی ہے ترے نقشِ قدم میں کیفیّت

سرشکِ چشمِ اسد کیوں نہ اس میں گوہر ہو

☆☆

غزل نمبر 148

بے درد سر بہ سجدۂ الفت فرو نہ ہو

جوں شمع غوطہ داغ میں کھا گرو ضو نہ ہو

دل دے کفِ تغافلِ ابروئے یار میں

آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو

زلفِ خیال نازک و اظہار بے قرار

یارب بیان شانہ کشِ گفتگو نہ ہو

تمثالِ ناز جلوۂ نیرنگِ اعتبار

ہستی عدم ہے آئنہ گر روبرو نہ ہو

مژگاں خلیدۂ رگِ ابرِ بہار ہے

نشتر بہ مغزِ پنبۂ مینا فرو نہ ہو

عرضِ نشاطِ دید ہے مژگانِ انتظار

یارب کہ خارِ پیرہنِ آرزو نہ ہو

واں پر فشانِ دامِ نظر ہوں جہاں اسد

صبح بہار بھی قفسِ رنگ و بو نہ ہو

☆☆

غزل نمبر 149

حسد190 پیمانہ سے دل عالمِ آبِ تماشا ہو191

کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظارہ سے وا ہو

بہم بالیدنِ سنگ و گلِ صحرا یہ چاہے ہے

کہ تارِ جادہ بھی کہسار کو زنارِ مینا ہو

حریفِ وحشتِ نازِ نسیمِ عشق جب آؤں

کہ مثلِ غنچہ سازِ یک گلستاں دل مہیا ہو

بجائے دانہ خرمن یک بیاباں بیضۂ قمری

مرا حاصل وہ نسخہ ہے کہ جس سے خاک پیدا ہو

کرے کیا سازِ بینش وہ تماشا رنجِ192 آگاہی

جسے موئے دماغِ بے خودی خوابِ زلیخا ہو

بہ قدرِ حسرتِ دل چاہیے عیشِ193 معاصی بھی

بھروں یک گوشۂ دامن گر آبِ ہفت دریا ہو

دلِ چوں شمع بہرِ دعوتِ نظارہ لا، یعنی

نگہ لبریزِ اشک و سینہ معمورِ تمنا ہو

اگر وہ سرو جاں بخشِ خرامِ اہتزاز آوے

کفِ ہر خاکِ گلشن شکلِ قمری نالہ فرسا ہو

نہ دیکھیں روئے یک دل سرد غیر از شمعِ کافوری

خدایا اس قدر بزمِ اسد گرمِ تماشا ہو

☆☆

غزل نمبر 150

مبادا بے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو

مگر طوفانِ مے میں پیچشِ موج صبا گم ہو

سبب وارستگاں کو ننگِ ہمت ہے خداوندا

اثر سرمے سے اور لب ہائے عاشق سے صدا گم ہو

نہیں جز درد تسکینِ نکوہش ہائے بے درداں

کہ موج گریہ میں صد خندۂ دنداں نما گم ہو

ہوئی ہے ناتوانی بے دماغِ شوخیِ مطلب

جبیں میں در لباسِ سجدہ اے دست دعا گم ہو

تجھے ہم مفت دیویں یک جہاں چینِ جبیں لیکن

مبادا اے پیچ تابِ طبع نقشِ مدّعا گم ہو

بلا گردانِ تمکینِ بتاں صد موجۂ گوہر

عرق بھی جن کے عارض پر بہ تکلیفِ حیا گم ہو

اُٹھاوے کب وہ جانِ شرم تہمت قتلِ عاشق کی

کہ جس کے ہاتھ میں مانندِ خوں رنگِ حنا گم ہو

کریں خوباں جو سیرِ حسن اسد یک پردہ نازک تر

دمِ صبحِ قیامت در گریبانِ قبا گم ہو

☆☆

غزل نمبر 151

خشکیِ مے نے تلف کی مے کدے کی آبرو

کاسۂ دریوزہ ہے پیمانۂ دستِ سبو

بہرِ جاں پروردنِ یعقوب بالِ خاک سے

وام لیتے ہیں پرِ پرواز پیراہن کی بو

گردِ ساحل ہے نمِ شرمِ جبینِ آشنا

گر نہ باندھے قلزمِ الفت میں سر جائے کدو

گرمیِ شوقِ طلب ہے عین تا پاکِ وصال

غافلاں آئینہ داں ہے نقشِ پائے جستجو

رہنِ خاموشی میں ہے آرائشِ بزمِ وصال

ہے پرِ پروازِ رنگِ رفتۂ خوں گفتگو

ہے تماشا حیرت آبادِ تغافل ہائے شوق

یک رگِ خواب و سراسر جوشِ خونِ آرزو

خوئے شرمِ سرد بازاری ہے سیلِ خانماں

ہے اسد نقصاں میں مفت اور صاحبِ سرمایہ تو

☆☆

غزل نمبر 152

رنگِ طرب ہے صورتِ عہدِ وفا گرو
تھا کس قدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو

پروازِ نقد دامِ تمنائے جلوہ تھا
طاؤس نے اک آئنہ خانہ رکھا گرو

عرضِ بساطِ انجمنِ رنگ مفت ہے
موجِ بہار رکھتی ہے اک بوریا گرو

ہر ذرّہ خاک عرضِ تمنائے رفتگاں
آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرو

ہے تاک میں سمِ ہوسِ صد قدح شراب
تسبیحِ زاہداں بہ کفِ مدعا گرو

برق آبیارِ فرصتِ رنگِ دمیدہ ہوں
جوں نخلِ شمع ریشے میں نشو و نما گرو

طاقت بساطِ دستگہِ یک قدم نہیں

جوں اشک جب تلک نہ رکھوں دست و پا گرو

ہے وحشتِ جنونِ بہار اس قدر کہ ہے

بالِ پری بہ شوخیِ موج صبا گرو

بے تابِ سیرِ دل ہے سرِ ناخنِ نگار

یاں نعل ہے بہ آتشِ رنگِ حنا گرو

ہوں سخت جانِ کاوشِ فکرِ سخن اسد

تیشے کی کوہسار میں ہے یک صدا گرو

☆☆

ردیف ہ

غزل نمبر 153

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ

اے آبلہ ! محمل پئے صحرائے عدم باندھ

بے کارِیِ تسلیم بہر رنگ چمن ہے

گر خاک ہو گلدستۂ صد نقشِ قدم باندھ

اے جادہ بہ سر رشتۂ یک ریشہ دویدن

شیرازۂ صد آبلہ جوں سبحہ بہم باندھ

حیرت حدِ اقلیم تمنائے پری ہے

آئینہ بہ آئینِ گلستانِ ارم باندھ

پا مردِ یک انداز نہیں قامتِ ہستی

طاقت اگر اعجاز کرے تہمتِ خم باندھ

دیباچۂ وحشت ہے اسد شکوۂ خوباں

خوں کر دلِ اندیشہ و مضمونِ ستم باندھ

☆☆

غزل نمبر 154

خلق ہے صفحۂ عبرت سے سبق ناخواندہ

ورنہ ہے چرخ و زمیں یک ورقِ گرداندہ

میکدے194 میں ز دل افسردگیِ بادہ کشاں

موج مے مثلِ خطِ جام ہے بر جاماندہ

خواہشِ دل ہے زباں کو سببِ گفت و بیاں

ہے سخن گرد ز دامانِ ضمیر افشاندہ

کوئی آگاہ نہیں باطنِ ہم دیگر سے

ہے ہر اک فرد جہاں میں ورقِ ناخواندہ

حیف بے حاصلیِ اہلِ ریا پر غالب

یعنی ہیں ماندہ زآں سو وازیں سو راندہ

☆☆

غزل نمبر 155

بسکہ مے پیتے ہیں اربابِ فنا پوشیدہ

خطِ پیمانۂ مے ہے نفسِ دزدیدہ

بہ غرورِ طرحِ قامت ورعنائیِ سرو

طوق ہے گردنِ قمری میں رگِ بالیدہ

کی ہے وا اہلِ جہاں نے بہ گلستانِ جہاں

چشمِ غفلت نظرِ شبنمِ خور نادیدہ

یاس آئینۂ پیدائیِ استغنا ہے

ناامیدی ہے پرستارِ دلِ رنجیدہ

واسطے فکرِ مضامینِ متیں کے غالب

چاہیے خاطرِ جمع و دلِ آرامیدہ

☆☆

غزل نمبر 156

جز 195دل سراغِ درد بدل خفتگاں نہ پوچھ

آئینہ عرض کر خط و خالِ بیاں نہ پوچھ

پرواز 196یک تپِ غمِ تسخیرِ نالہ ہے

گرمیِ نبضِ خار و خسِ آشیاں نہ پوچھ

ہندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا

سامانِ بادشاہیِ وصلِ بتاں نہ پوچھ

تو مشقِ ناز کر دلِ پروانہ ہے بہار

بے تابیِ تجلّیِ آتش بجاں نہ پوچھ

غفلت متاعِ کفۂ میزانِ عدل ہیں197

یارب! حسابِ سختیِ خوابِ گراں نہ پوچھ

ہر داغِ تازہ یک دلِ داغ انتظار ہے

عرضِ فضائے سینۂ درد امتحاں نہ پوچھ

کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بہ سوزِ دل

دردِ جدائیِ اسداللہ خاں نہ پوچھ

☆☆

غزل نمبر 157

جوشِ دل ہے نشہ ہائے فطرتِ بیدل نہ پوچھ

قطرہ ہی میخانہ ہے دریائے بے ساحل نہ پوچھ

پہن گشتن ہائے دل بزمِ نشاطِ گرد باد

لذتِ عرضِ کشادِ عقدۂ مشکل نہ پوچھ

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا

اے دماغِ نارسا خمخانۂ منزل نہ پوچھ

نے صبا بالِ پری، نے شعلہ سودائے جنوں

شمع سے جز عرضِ افسونِ گدازِ دل نہ پوچھ

یک مژہ برہم زدن حشرِ دو عالم فتنہ ہے

یاں سراغِ عافیت جز دیدۂ بسمل نہ پوچھ

بزم ہے یک پنبۂ مینا گدازِ ربط سے

عیش کر غافل حجابِ نشۂ محفل نہ پوچھ

تا تخلص جامۂ شنگرفی ارزانی اسد

شاعری جز سازِ درویشی نہیں حاصل نہ پوچھ

☆☆

غزل نمبر 158

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ

خانۂ آگہی خراب، دل نہ سمجھ بلا سمجھ

ریگِ رواں و ہر تپش198درسِ تسلّیِ شعاع

آئنہ طور199اے خیال جلوے کو خوں بہا سمجھ

وحشتِ دردِ بیکسی بے اثر اس قدر نہیں

رشتۂ عمرِ خضر کو نالۂ نارسا سمجھ

شوقِ عناں گسل اگر درسِ جنوں ہوس کرے

جادۂ سیرِ دوجہاں یک مژہ خوابِ پا سمجھ

گاہ بہ خلد امیدوار، گہ بہ جحیم بیم ناک

گرچہ خدا کی یاد ہے کلفتِ ماسوا سمجھ

اے بہ سرابِ حسنِ خلق تشنۂ سعیِ امتحاں

شوق کو منفعل نہ کر، ناز کو التجا سمجھ

شوخیِ حسن و عشق ہے آئنہ دارِ ہمد گر

خار کو بے نیام جان، ہم کو برہنہ پا سمجھ

نغمۂ بیدلی اسد سازِ فسانگی نہیں

بسملِ دردِ خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

☆☆

غزل نمبر159

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ

طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

حیرت ہجوم لذتِ غلطانیِ تپش

سیماب بالش و کمرِ دل ہے آئینہ

غفلت بہ بالِ جوہرِ شمشیر پر فشاں

یاں پشت چشمِ شوخیِ قاتل ہے آئینہ

حیرت نگاہ برق تماشا بہار شوخ

در پردۂ ہوا پرِ بسمل ہے آئینہ

یاں رہ گئے ہیں ناخنِ تدبیر ٹوٹ کر

جوہر طلسمِ عقدۂ مشکل ہے آئینہ

ہم زانوئے تامل و ہم جلوہ گاہِ گل

آئینہ بندِ خلوت و محفل ہے آئینہ

دل کارگاہِ فکر و اسد بے نوائے دل

یاں سنگِ آستانۂ بیدل ہے آئینہ

☆☆

غزل نمبر 160

کلفتِ ربطِ این و آں غفلتِ مدعا سمجھ

شوق کرے جو سر گراں محملِ خوابِ پا سمجھ

جلوہ نہیں ہے دردِ سر، آئنہ صندلی نہ کر

عکس کجا وُ کو نظر، نقش کو مدّعا سمجھ

حیرت اگر خرام ہے، کارِ نگہ تمام ہے

گر کفِ دست بام ہے آئنے کو ہوا سمجھ

ہے خطِ عجزِ ما و تُو، اولِ درسِ آرزو

کہتے ہیں اہلِ گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ 200

شیشہ شکست اعتبار، رنگ بہ گردش استوار

گر نہ مٹیں یہ کوہسار، آپ کو تو صدا سمجھ

نغمہ ہے محوِ ساز رہ نشہ ہے بے نیازِ رہ

رندِ تمام ناز رہ خلق کو پارسا سمجھ

چربیِ پہلوئے خیال رزقِ دو عالم احتمال

کل ہے جو وعدۂ وصال آج بھی اے خدا سمجھ

نے سر و برگِ آرزو، نے رہ و رسمِ گفتگو

اے دل و جانِ خلق تو ہم کو بھی آشنا سمجھ

لغزشِ پا کو ہے بلد، نغمۂ یا علی مدد

ٹوٹے گر آئنہ اسد سبحے کو خوں بہا سمجھ

☆☆

ردیف ی

غزل نمبر 161

دل ہی نہیں کہ منتِ درباں اُٹھائیے

کس کو وفا کا سلسلہ جنباں اُٹھائیے

تا چند داغ بیٹھیے، نقصاں اُٹھائیے

اب چار سوئے عشق سے دوکاں اُٹھائیے

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اُٹھائیے

طاقت کہاں کہ دید کا احساں اُٹھائیے

ہستی فریب نامۂ موج سراب ہے

یک عمر نازِ شوخیِ عنواں اُٹھائیے

ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق

یعنی ہنوز منتِ طفلاں اُٹھائیے

ضبطِ جنوں سے ہر سرِ مو ہے ترانہ خیز

یک نالہ بیٹھیے تو نیستاں اُٹھائیے

طرزِ خراشِ نالہ سرشکِ نمک اثر

لطفِ کرم بدولتِ مہماں اُٹھایئے

دیوار بارِ منتِ مزدور سے ہے خم

اے خانماں خراب نہ احساں اُٹھایئے

یا میرے زخمِ رشک کو رسوانہ کیجیے

یا پردۂ تبسمِ پنہاں اُٹھایئے

انگور سعیِ بے سر و پائی سے سبز ہے

غالب بدوشِ دل خُمِ مستاں اُٹھایئے

☆☆

غزل نمبر 162

ہے201بزمِ بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے

تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا

یک بار لگا دو خُمِ مے میرے لبوں سے

کیا پوچھے ہے بر خود غلطی ہائے202 عزیزاں

خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبوں سے

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد

زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبوں سے

گو تم کو رضا جوئیِ اغیار ہے لیکن

جاتی ہے ملاقات کب ایسے سببوں سے

بیدادِ وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر

ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

مت پوچھ اسد غصۂ203 کم فرصتیِ زیست

دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعبوں سے

☆☆

غزل نمبر 163

غمِ دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اُٹھانے کی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

کھلے گا کس طرح مضموں مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اُس کافر نے کاغذ کے جلانے کی

لکد کوبِ حوادث سے نہ سر بر ہو سکی آخر
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اُٹھانے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلۂ آتش کا آساں ہے
ولے مشکل ہے حکمت دل میں سوزِ غم چھپانے کی

اُنہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
اُٹھے تھے سیرِ گل کو، دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانے کی

کہوں کیا خوبیِ اوضاعِ ابنائے زماں غالب
بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

☆☆

غزل نمبر 164

بساطِ 204 عجز میں تھا ایک دل یک قطرہ خوں وہ بھی

سو رہتا ہے بہ اندازِ چکیدن سر نگوں وہ بھی

رہے اُس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے

تکلف بر طرف، تھا ایک اندازِ جنوں وہ بھی

مے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے

لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژ گوں وہ بھی

مجھے معلوم ہے جو تو نے میرے حق میں سوچا ہے

کہیں ہو جائے جلد اے گردشِ گردونِ دوں وہ بھی

نہ اتنا برّشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ

مرے دریائے بیتابی میں ہے یک 205 موجِ خوں وہ بھی

اسد ہے دل میں دردِ اشتیاق و شکوۂ ہجراں

خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

☆☆

غزل نمبر 165

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صورِ اسرافیل کی

ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید

ہے جو آبی پیرہن ہر موجِ رودِ نیل کی

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گردِ راہ

آج تنخواہِ شکستن ہے کُلہٗ جبریل کی

مدعا دَرپردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ

وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

خیر خواہِ دید ہوں از بہرِ دفعِ چشمِ زخم

کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں میں سلائی نیل کی

نالہ کھینچا ہے سراپا داغِ جرأت ہوں اسد

کیا سزا ہے میرے جرمِ آرزو تاویل کی

☆☆

غزل نمبر 166

کیا ہے ترکِ دنیا کاہلی سے

ہمیں حاصل نہیں بے حاصلی سے

خراج دیہہِ ویراں یک کفِ خاک

بیاباں خوش ہوں تیری عاملی سے

پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں

رہے ہم داغ، اپنی کاہلی سے

خدا یعنی پدر سے مہرباں تر

پھرے ہم در بدر نا قابلی سے

اسد قربانِ لطفِ جورِ بیدل

خبر لیتے ہیں، لیکن بیدلی سے

☆☆

غزل نمبر 167

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی

کرتے ہو شکوہ کس کا، تم اور بے وفائی
سر پیٹتے ہیں اپنا، ہم اور نیک نامی

صد رنگ گل کترنا، در پردہ قتل کرنا
تیغِ ادا نہیں ہے پابندِ بے نیامی

طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے خدا نکردہ
ہے نامہ بر کو اُس سے دعوائے ہم کلامی

طاقت فسانۂ باد، اندیشہ شعلہ ایجاد
اے غم ہنوز آتش، اے دل ہنوز خامی

ہر چند عمر گزری آزردگی میں لیکن
ہے شرح شوق کو بھی جوں شکوہ ناتمامی

ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت
دریا سے خشک گزری مستوں کی تشنہ کامی

☆☆

غزل نمبر 168

نگہ اُس چشم کی افزوں کرے ہے نا توانائی

پرِ بالش ہے وقتِ دید مژگانِ تماشائی

شکستِ قیمتِ دل آں سوئے عذرِ شناسائی

طلسمِ نا اُمیدی ہے خجالت گاہِ پیدائی

تحیّر ہے گریباں گیرِ ذوقِ جلوہ پیرائی

ملی ہے جوہرِ آئینہ کو جوں بخیہ گیرائی

پرِ طاؤس ہے نیرنگ داغِ حیرت انشائی

دو عالم دیدۂ بسمل چراغاں جلوہ پیمائی

شرارِ سنگ سے پا در حنا گلگونِ شیریں ہے

ہنوز اے تیشۂ فرہاد عرضِ آتشیں پائی

غرورِ دستِ رد نے شانہ توڑا فرقِ ہُدہُد پر

سلیمانی ہے ننگِ بے دماغانِ خود آرائی

جنوں افسردہ و جاں ناتواں اے جلوہ شوخی کر

گئی یک عمرِ خود داری بہ استقبالِ رعنائی

نگاہِ عبرت افسوں، گاہ برق و گاہ مشعل ہے

ہوا ہر خلوت و جلوت سے حاصل ذوقِ تنہائی

خدایا! خوں ہو رنگِ امتیاز اور نالہ موزوں ہو

جنوں کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

جنونِ بیکسی ساغر کشِ داغِ پلنگ آیا

شرر کیفیتِ مے، سنگ عرضِ نازِ مینائی

خراباتِ جنوں میں ہے اسد وقتِ قدح نوشی

بعشقِ ساقیِ کوثر بہارِ بادہ پیمائی

☆☆

غزل نمبر 169

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے

جس میں کہ ایک بیضۂ مُور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے

پرتو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے

کی اُس نے گرم سینۂ اہلِ ہوس میں جا

آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

ہے بارے اعتمادِ وفاداری اس قدر

ہم بھی اسی میں خوش ہیں کہ نامہربان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوارِ یار میں

فرماں روائے کشورِ ہندوستان ہے

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا

بس چپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت

بے چارہ چند روز کا یاں میہمان ہے

☆☆

غزل نمبر 170

دردسے میرے ہے تجھ کو بیقراری ہائے ہائے

کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے

تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ

تُونے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے

کیوں مری غمخوارگی کا تجھ کو آیا تھا خیال

دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہائے ہائے

عمر بھر کا تونے پیمانِ وفا باندھا تو کیا

عمر کو بھی تو نہیں ہے پائداری ہائے ہائے

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں

ختم ہے اُلفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے

گلفشانی ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا

خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی

یعنی تجھ سے تھی اسے ناسازگاری ہائے ہائے

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا

دل پہ اک لگنے نہ پایا زخمِ کاری ہائے ہائے

خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی

اُٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے

کس طرح کاٹے کوئی شب ہائے تارِ برشکال

ہے نظر خو کردۂ اختر شماری ہائے ہائے

گوش مہجورِ پیام و چشم محرومِ جمال

ایک دل تِس پر یہ نا امیدواری ہائے ہائے

گر مصیبت تھی تو غربت میں اُٹھا لیتے اسد

میری دہلی ہی میں ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

☆☆

غزل نمبر 171

سر گشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے

تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے

لیتا نہیں مرے دلِ آوارہ کی خبر

اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہے

کیجے بیاں سرورِ تپِ غم کہاں تلک

ہر مو مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہے

پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب

اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

ہے وہ غرورِ حُسن سے بیگانۂ وفا

ہر چند اُس کے پاس دلِ حق شناس ہے

کیا غم ہے اُس کو جس کا علی سا امام ہو

اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد

مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

☆☆

غزل نمبر 172

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے

خوش ہوں کہ میری بات سمجھنا محال ہے

کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ

دل فردِ جمع و خرچ زباں ہائے لال ہے

کس پردے میں ہے آئنہ پرداز اے خدا

رحمت کہ عذر خواہِ لبِ بے سوال ہے

ہے ہے خدانخواستہ وہ اور دشمنی

اے ذوق، منفعل، یہ تجھے کیا خیال ہے

عالم بساطِ دعوتِ دیوانگی نہیں

دریا زمین کو عرقِ انفعال ہے

مشکیں لباسِ کعبہ علی کے قدم سے جان

نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے

پہلو206 تہی نہ کر غم واندوہ سے اسد

دل وقفِ درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

☆☆

غزل نمبر 173

نظر بہ نقصِ گدایاں کمالِ بے ادبی ہے

کہ خارِ خشک کو بھی دعویٔ چمن نسبی ہے

ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ

لبِ قدح پہ کفِ بادہ جوشِ تشنہ لبی ہے

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسمِ بے خبری ہو

جنون و یاس والم رزقِ مدعا طلبی ہے

تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو

حذر کرو مرے دل سے کہ اس میں آگ دبی ہے

چمن میں کس کے یہ برہم ہوئی ہے بزمِ تماشا

کہ برگ برگِ سمن شیشہ ریزۂ حلبی ہے

امامِ ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی

علی ولی اسداللہ جانشینِ نبی ہے

اسد یہ درد و الم بھی تو مُغتنَم ہے کہ آخر

نہ گریۂ سحری ہے، نہ آہِ نیم شبی ہے

☆☆

غزل نمبر 174

بسکہ زیرِ خاک باآبِ طراوت راہ ہے

ریشے سے ہر تخم کا دَلْو اندرونِ چاہ ہے

عکسِ گل ہائے سمن سے چشمہ ہائے باغ میں

فلسِ ماہی آئنہ پردازِ داغِ ماہ ہے

واں سے ہے تکلیفِ عرضِ بی دماغی ہائے دل

یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ جانکاہ ہے

حسن ور عنائی میں وہمِ صد سرو گردن ہے فرق

سرو کے قامت پہ گل یک دامنِ کوتاہ ہے

رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلت پر اسد

پیچ وتابِ دل نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

☆☆

غزل نمبر 175

بسکہ 207 چشم از انتظارِ خوش خطاں بے نور ہے

یک قلم شاخِ گلِ نرگس عصائے کور ہے

ہوں تصور ہائے ہمدوشی سے بد مستِ شراب

حیرتِ آغوشِ خوباں ساغرِ بلور ہے

ہے عجب مُردوں کو غفلت ہائے اہلِ دہر سے

سبزہ جوں انگشتِ حیرت در دہانِ گور ہے

حسرت آبادِ جہاں میں ہے الم غم آفریں

نوحہ گویا خانہ زادِ نالۂ رنجور ہے

کیا کروں غم ہائے پنہاں لے گئے صبر و قرار

دزد گر ہو خانگی تو پاسباں مجبور208 ہے

ہو 209 جہاں اورنگ آرا جانشینِ مصطفیٰؐ

واں اسد تختِ سلیماں نقشِ پائے مور ہے

☆☆

غزل نمبر 176

رفتارِ 210 عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے

اِس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

ظاہر ہے طرزِ قید سے صیاد کی غرض

جو دانہ دام میں ہے سو اشکِ کباب ہے

مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار سے 211

بالِ تدرو جلوۂ موجِ شراب ہے

بے چشمِ دل نہ کر ہوسِ سیرِ لالہ زار

یعنی یہ ہر ورق ورقِ انتخاب ہے

نظارہ کیا حریف ہو اُس برقِ حسن کا

جوشِ بہار جلوے کو جس کے نقاب ہے

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں

مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گزرا اسد مسرتِ پیغامِ یار سے

قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

☆☆

غزل نمبر 177

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے

صبحِ وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے

ہے پیچ تابِ رشتۂ شمعِ سحر گہی

خجلت گدازیِ نفسِ نارسا مجھے

واں رنگ ہا بہ پردۂ تدبیر ہیں ہنوز

یاں شعلۂ چراغ ہے برگِ حنا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں

آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

پرواز ہا نیازِ تماشائے حسنِ دوست

بالِ کشادہ ہے نگہِ آشنا مجھے

از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے

موج غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ

شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

تا چند پست فطرتیِ طبعِ آرزو

یا رب ملے بلندیِ دستِ دعا مجھے

یاں آب و دانہ موسمِ گل میں حرام ہے

زنارِ واگستہ ہے موجِ صبا مجھے

یکبار امتحانِ ہوس بھی ضرور ہے

اے جوشِ عشق بادۂ مرد آزما مجھے

میں نے جنوں سے کی جو اسد التماسِ رنگ

خونِ جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

☆☆

غزل نمبر 178

اے خیالِ وصل نادر ہے مے آشامی تری

پختگی ہائے کبابِ دل ہوئی خامی تری

رچ گیا جوشِ صفائے زلف کا اعضا میں عکس

ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

بر گریزی ہائے گل ہے وضعِ زر افشاندنی

باج لیتی ہے گلستاں سے گل اندامی تری

بسکہ ہے عبرت ادیبِ یادگی ہائے ہوس

میرے کام آئی دلِ مایوس ناکامی تری

ہم نشینیِ رقیباں گرچہ ہے سامانِ رشک

لیکن اس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی

اے اسد بے جا نہیں ہے غفلت آرامی تری

☆☆

غزل نمبر 179

ربطِ تمیزِ اعیاں دُردِ مے صدا ہے

اعمیٰ کو سرمۂ چشم آوازِ آشنا ہے

موئے دماغِ وحشت سر رشتۂ فنا ہے

شیرازۂ دو عالم یک آہِ نارسا ہے

دیوانگی ہے تجھ کو درسِ خرام دینا

موجِ بہار یکسر زنجیرِ نقشِ پا ہے

پروانے سے ہو شاید تسکینِ شعلۂ شمع

آسائشِ وفا ہا بیتابیِ جفا ہے

اے اضطرابِ سرکش یک سجدہ وار تمکیں

میں بھی ہوں شمعِ کشتہ گر داغ خوں بہا ہے

نے حسرتِ تسلی، نے ذوقِ بے قراری

یک درد و صد دوا ہے یک دست و صد دعا ہے

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی

تا کوچہ دادنِ موجِ خمیازہ آشنا ہے

وحشت نہ کھینچ قاتل حیرت نفس ہے بسمل

جب نالہ خوں ہو، غافل! تاثیر کیا بلا ہے

بت خانے میں اسد بھی بندہ تھا گاہ گاہے

حضرت چلے حرم کو اب آپ کا خدا ہے

☆☆

غزل نمبر 180

ضبط 212 سے جوں مردمک اسپند اقامت گیر ہے

مجمرِ بزمِ فسردن دیدۂ نخچیر ہے

آشیاں بندِ بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل

یاں پرِ پروازِ رنگِ رفتہ بالِ تیر ہے

ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ روئے یار

ماہتاب ہالہ پیرا گردۂ تصویر ہے

وقتِ حسن افروزیِ زینت طرازاں جائے گل

از نہالِ شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

گریے سے بندِ محبت میں ہوئی نام آوری

لختِ لختِ دل مکین خانۂ زنجیر ہے

ریزشِ خوں ہے213 سراسر جرعہ نوشی ہائے یار

یاں گلوئے شیشۂ مے قبضۂ شمشیر ہے

جو بہ شامِ غم چراغِ خلوتِ دل تھا اسد

وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

☆☆

غزل نمبر 181

گر یاس سر نہ کھینچے تنگی عجب فضا ہے
وسعت گہِ تمنا یک بام214 و صد ہوا ہے

برہمزنِ دو عالم تکلیفِ یک صدا ہے
مینا شکستگاں کو کہسار خوں بہا ہے

فکرِ سخن یک انشا زندانیِ خموشی
دودِ چراغ گویا زنجیرِ بے صدا ہے

موزونیِ دو عالم قربانِ سازِ یک درد
مصراعِ نالۂ نَے سکتہ ہزار جا ہے

درسِ خرام تا کَے خمیازۂ روانی
اِس موجِ مے کو غافل پیمانہ نقشِ پا ہے

گردش میں لا تجلّی، صد ساغرِ تسلی
چشمِ تحیّر آغوشِ مخمورِ ہر ادا ہے

یک برگِ بے نوائی صد دعوتِ نیستاں
طوفانِ نالۂ دل تا موجِ بوریا ہے

اے غنچۂ تمنا یعنی کفِ نگاریں

دل دے تو ہم بتا دیں مٹھی میں تیری کیا ہے

ہر نالۂ اسد ہے مضمونِ داد خواہی

یعنی سخن کو کاغذ احرامِ مدعا ہے

☆☆

غزل نمبر 182

ذوقِ بے پرواہ خرابِ وحشتِ تسخیر ہے
آئنہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

ذرہ دے مجنوں کس کس داغ کو عرضِ سواد
ہر بیاباں یک بیاباں حسرتِ تعمیر ہے

میکشِ مضموں کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے
لغزشِ رفتارِ خامہ مستیِ تحریر ہے

خانمانِ جبریانِ غفلتِ معنی خراب
جب ہوئے ہم بے گنہ رحمت کی کیا تقصیر ہے

چاہے گر جنت جز آدم وارثِ آدم نہیں
شوخیِ ایمانِ زاہد سستیِ تدبیر ہے

شب دراز و آتشِ دل تیز یعنی مثلِ شمع
مہ ز سر تا ناخنِ پا رزقِ یک شبگیر ہے

آب ہو جاتے ہیں ننگِ ہمتِ باطل سے مرد
اشک پیدا کر اسد گر آہ بے تاثیر ہے

☆☆

غزل نمبر 183

یہ215 سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی

کہ موج آب ہے ہر ایک چینِ پیشانی

جنونِ وحشتِ ہستی یہ عام ہے کہ بہار

رکھے ہے کسوتِ طاؤس میں پر افشانی

لبِ نگار میں آئینہ دیکھ آبِ حیات

بہ گمرہیِ سکندر ہے محوِ حیرانی

نظر بہ غفلتِ اہلِ جہاں، ہوا ظاہر

کہ عیدِ خلق پہ حیراں ہے چشمِ قربانی 216

کہوں وہ مصرعِ برجستہ وصفِ قامت میں

کہ سرو ہو نہ سکے اُس کا مصرعِ ثانی

اسد نے کثرتِ دل ہائے خلق سے جانا

کہ زلفِ یار ہے مجموعۂ پریشانی

☆☆

غزل نمبر 184

بے خود ز بسکہ خاطرِ بے تاب ہو گئی

مژگانِ باز ماندہ رگِ خواب ہو گئی

موج تبسمِ[217] لبِ آلودۂ مسی

میرے لیے تو تیغِ سیہ تاب ہو گئی

رخسارِ یار کی جو ہوئی جلوہ گستری

زلفِ سیاہ بھی شبِ مہتاب ہو گئی

بیدادِ انتظار کی طاقت نہ لا سکی

اے جانِ بر لب آمدہ بیتاب ہو گئی

غالب ز بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک

آنسو کی بوند گوہرِ نایاب ہو گئی

☆☆

غزل نمبر 185

ہر رنگِ سوز پردۂ یک ساز ہے مجھے
بال سمندر آئنۂ ناز ہے مجھے

طاؤسِ خاک حسنِ نظر باز ہے مجھے
ہر ذرہ چشمکِ نگہِ ناز ہے مجھے

آغوشِ گل ہے آئنۂ ذرّہ ذرّہ خاک
عرضِ بہار جوہرِ پرداز ہے مجھے

ہے بوئے گل غریبِ تسلی گہِ وطن
ہر جزوِ آشیاں پرِ پرواز ہے مجھے

ہے جلوۂ خیال سویدائے مردمک
جوں داغ شعلہ سرخطِ آغاز ہے مجھے

وحشت بہارِ نشّہ و گل ساغرِ شراب
چشمِ پری شفق کدۂ راز ہے مجھے

فکرِ سخن بہانۂ پردازِ خامشی
دودِ چراغ سرمۂ آواز ہے مجھے

ہے خامہ فیضِ بیعتِ بیدل بہ کف اسد
یک نیستاں قلمروِ اعجاز ہے مجھے

☆☆

غزل نمبر 186

کہوں کیا گرمجوشی میکشی میں شعلہ رویاں کی

کہ 218 شمعِ خانۂ دل آتشِ مے سے فروزاں کی

ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشقِ تیرہ روزی تھی

سیاہی ہے مرے ایام میں لوحِ دبستاں کی

دریغ آہِ سحر گہ کارِ بادِ صبح کرتی ہے

کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شمعِ رویاں کی

مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی

ولیکن کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی

ہنر پیدا کیا ہے میں نے حیرت آزمائی میں

کہ جوہر آئنے کا ہر پلک ہے چشمِ حیراں کی

خدایا کس قدر اہلِ نظر نے خاک چھانی ہے

کہ ہیں صد رخنہ جوں غربال دیواریں گلستاں کی

ہوا شرمِ تہی دستی219 سے وہ بھی سرنگوں آخر

بس اے زخمِ جگر اب دیکھ لی شورش نمک داں کی

بیادِ گرمیِ صحبت برنگِ شعلہ دہکے ہے

چھپاؤں کیونکہ غالب سوزشیں داغِ نمایاں کی

☆☆

غزل نمبر 187

جنوں تہمت کشِ تسکیں نہ ہو، گو220 شادمانی کی

نمک پاشِ خراشِ دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہائے ہستی سے کرے کیا سعیِ آزادی

ہوئی زنجیر موجِ آب کو فرصت روانی کی

نہ کھینچ اے سعیِ دستِ نارسا زلفِ تمنا کو

پریشاں تر ہے موئے خامہ سے تدبیر مانی کی

کہاں ہم بھی رگ و پے رکھتے ہیں انصاف بہتر ہے

نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ تہمت ناتوانی کی

تکلف بر طرف فرہاد اور اتنی سبک دستی

خیال آساں تھا لیکن خوابِ خسرو نے گرانی کی

پس از مُردن بھی دیوانہ زیارت گاہِ طفلاں ہے

شرارِ سنگ نے تربت پہ میری گل فشانی کی

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے

فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

☆☆

غزل نمبر 188

نکوہش 221 ہے سزا فریادیِ بیدادِ دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

رگِ لیلیٰ کو خاکِ دشتِ مجنوں ریشگی بخشے
اگر بو دے بجائے دانہ دہقاں نوک نشتر کی

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی
اگر پیدا نہ کرتا آئنہ زنجیر جوہر کی

پرِ پروانہ شاید بادبانِ کشتیِ مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دورِ ساغر کی

غرورِ لطفِ ساقی نشۂ بے باکیِ مستاں
نمِ دامانِ عصیاں ہے طراوت موج کوثر کی

اسد جز آب بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا
ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

☆☆

غزل نمبر 189

نگاہِ یار نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی

دیا ابرو کو چھیڑا اور اُس نے فتنے کو اشارت کی

روانی موج مے کی گر خطِ جام آشنا ہووے

لکھے کیفیت اس سطرِ تبسم کی عبارت کی

شہِ گل نے کیا جب بندوبستِ گلشن آرائی

عصائے سبز دے نرگس کو دی خدمت نظارت کی

نہیں ریزش عرق کی اب اسے ذوبانِ اعضا ہے

تبِ خجلت نے کیا222 نبضِ رگِ گل میں حرارت کی

زبس نکلا غبارِ دل بہ وقتِ گریہ آنکھوں سے

اسد کھائے ہوئے سرمے نے آنکھوں میں بصارت کی

☆☆

غزل نمبر 190

آ کہ مری جان کو قرار نہیں ہے

طاقتِ بیدادِ انتظار نہیں ہے

دیتے ہیں جنت حیاتِ دہر کے بدلے

نشّہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے

گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھ کو

ہائے کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے

ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر

خاک میں عشّاق کی غبار نہیں ہے

دل سے اُٹھا لطفِ جلوہ ہائے معانی

غیرِ گل آئینۂ بہار نہیں ہے

قتل 223 کا میرے کیا ہے عہد تو بارے

وائے اگر عہد اُستوار نہیں ہے

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب

تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

☆☆

غزل نمبر 191

خدایا! دل کہاں تک دن بصد رنج و تعب کاٹے

خمِ گیسو ہو شمشیرِ سیہ تاب اور شب کاٹے

کریں گر قدرِ اشکِ دیدۂ عاشق خود آرایاں

صدف دندانِ گوہر سے بہ حسرت اپنے لب کاٹے

دریغا وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے

بہ قدرِ یک نفس جادہ بصد رنج و تعب کاٹے

اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسۂ پا کی کہاں جرأت

کہ میں نے دست و پا باہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

☆☆

غزل نمبر 192

ہوا جب حسن کم خط بر عذارِ سادہ آتا ہے

کہ بعد از صافِ مے ساغر میں دُردِ بادہ آتا ہے

نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصل غیرِ پامالی

نظر دانہ سرشکِ بر زمیں افتادہ آتا ہے

محیطِ دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے

کہ یاں ہر اک حباب آسا شکست آمادہ آتا ہے

دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں

متاعِ زندگانی ہا بہ غارت دادہ آتا ہے

اسد وارستگاں باوصفِ ساماں بے تعلق ہیں

صنوبر گلستاں میں بادلِ آزادہ آتا ہے

☆☆

غزل نمبر 193

بہ فکرِ حیرتِ رم آئنہ پرداز زانو ہے

کہ مشکِ نافہ تمثالِ سوادِ چشمِ آہو ہے

ترحّم میں ستم کوشاں کے ہے سامانِ خونریزی

سرشکِ چشمِ یار آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے

کرے ہے دست فرسودِ ہوس وہمِ توانائی

پر افشاندہ در کنجِ قفس تعویذِ بازو ہے

ہوا چرخِ خمیدہ ناتواں بارِ علائق سے

کہ ظاہر پنجۂ خورشید دستِ زیرِ پہلو ہے

اسد تا کے طبیعت طاقتِ ضبطِ الم لاوے

فغانِ دل بہ پہلو نالۂ بیمارِ بد خو ہے

☆☆

غزل نمبر 194

خبر224 نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے

وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے

نفس بہ نالہ رقیب و نگہ بہ اشک عدو

زیادہ اُس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے

تپش 225سے شرم بقدرِ چکیدنِ عرقے

مباد حوصلہ معذورِ جستجو جانے

جنوں فسردۂ تمکیں ہے کاش عہدِ وفا

گدازِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے

زباں سے عرضِ تمنائے خامشی معلوم

مگر وہ خانہ بر انداز گفتگو جانے

مسیحِ کشتۂ اُلفت ببر علی خاں ہے

کہ جو اسد تپشِ نبضِ آرزو جانے

☆☆

غزل نمبر 195

دیکھ تری خوئے گرم دل بہ تپش رام ہے

طائرِ سیماب کو شعلہ رگِ دام ہے

شوخیِ چشمِ حبیب فتنۂ ایام ہے

قسمتِ بختِ رقیب گردشِ صد جام ہے

جلوۂ بینش پناہ بخشے ہے ذوقِ نگاہ

کعبۂ پوشش سیاہ مردمک احرام ہے

کُو نفس و چہ غبار؟ جرأتِ عجز آشکار

در تپش آبادِ شوق سرمہ صدا نام ہے

غفلتِ افسردگی تہمتِ تمکیں نہ ہو

اے ہمہ خوابِ گراں حوصلہ بد نام ہے

بزمِ وداعِ نظر یاس طرب نامہ بر

فرصتِ رقصِ شرر بوسہ بہ پیغام ہے

گریۂ طوفاں رکاب، نالۂ محشر عناں

بے سر و ساماں اسد فتنہ سر انجام ہے

☆☆

غزل نمبر 196

ہجومِ 226 غم سے یاں تک سر نگونی مجھ کو حاصل ہے

کہ تارِ دامن و تارِ نظر میں فرق مشکل ہے

ہوا ہے مانعِ عاشق نوازی نازِ خود بینی

تکلف بر طرف، آئینۂ تمئیز حائل ہے

بہ سیلِ اشک لختِ دل ہے دامن گیر مژگاں کا

غریقِ بحر جویائے خس و خاشاکِ ساحل ہے

بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر

کہ چشمِ تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

نکلتی ہے تپش میں بسملوں کی، برق کی شوخی

غرض اب تک خیالِ گرمیِ رفتارِ قاتل ہے

وہ گُل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب

چٹکنا غنچۂ گُل 227 کا صدائے خندۂ دل ہے

☆☆

غزل نمبر 197

ہم228زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تُو مجھے

مردمک ہے طوطیِ آئینۂ زانو مجھے

یادِ229مژگاں میں بہ نشتر رازِ صحرائے خیال

چاہیے بہرِ تپش یک دست صد پہلو مجھے

خاکِ فرصت بر سرِ ذوقِ فنااے انتظار

ہے غبارِ شیشۂ ساعت رمِ آہو مجھے

اضطرابِ عمر بے مطلب نہیں آخر کہ ہے

جستجوئے فرصتِ ربطِ سرِ زانو مجھے

چاہیے درمانِ ریشِ دل بھی تیغِ یار سے

مرہمِ زنگار ہے وہ وسمۂ ابرو مجھے

کثرتِ جور و ستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ

خوب230رویوں نے بنایا ہے اسد بد خو مجھے

☆☆

غزل نمبر 198

تشنۂ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے

آئنہ رخصتِ اندازِ روانی مانگے

رنگ نے گُل سے دمِ عرضِ پریشانیِ بزم

برگِ گُل ریزۂ مینا کی نشانی مانگے

زلف تحریرِ پریشانِ تقاضا ہے مگر

شانہ ساں مُو بہ زباں خامۂ مانی مانگے

آمدِ خط سے نہ کر خندۂ شیریں کہ مباد

چشمِ مور آئنۂ دل نگرانی مانگے

ہوں گرفتارِ کمیں گاہِ تغافل کہ جہاں

خوابِ صیاد سے پرواز گرانی مانگے

چشمِ پرواز و نفس خفتہ مگر ضعفِ امید

شہپرِ کاہ پئے مژدہ رسانی مانگے

تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانے

دل وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وحشتِ شورِ تماشا ہے کہ جوں نکہتِ گل

نمکِ زخمِ جگر بال فشانی مانگے

نقشِ نازِ بتِ طناز بہ آغوشِ رقیب

پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

وہ تپِ عشقِ تمنا ہے کہ جوں رشتۂ شمع

شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے

گر ملے حضرتِ بیدل کا خطِ لوحِ مزار

اسد آئینۂ پردازِ معانی مانگے

☆☆

غزل نمبر 199

باعثِ231 واماندگی ہے عمرِ فرصت جُو مجھے

کر دیا ہے پابہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

پابہ دامن ہو رہا ہوں بسکہ میں صحرا نورد

خارِ پا ہیں جوہرِ آئینۂ زانو مجھے

فرصتِ آرام غش، ہستی ہے بحرانِ عدم

ہے شکستِ رنگِ امکاں گردشِ پہلو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت

ہے نگاہِ آشنا تیرا سرِ ہر مو مجھے

ہوں سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ

ہے یہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھیڑے تو مجھے

سازِ ایمائے فنا ہے عالمِ پیری اسد

قامتِ خم سے ہے حاصل شوخیِ ابرو مجھے

☆☆

غزل نمبر 200

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی

امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

خار خارِ الم حسرتِ دیدار تو ہے

شوق گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی

مے پرستاں خُمِ مے منہ سے لگائے ہی بنے

ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی نہ سہی

نفسِ قیس کہ ہے چشم وچراغِ صحرا

گر نہیں شمعِ سیہ خانۂ لیلیٰ نہ سہی

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق

نوحۂ غم ہی سہی، نغمۂ شادی نہ سہی

نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا

نہ ہوئے گر مرے اشعار میں معنی نہ سہی232

عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو

نہ ہوئی غالب اگر عمرِ طبیعی نہ سہی

☆☆

غزل نمبر 201

دلِ بیمارِ از خود رفتہ تصویرِ نہالی ہے

کہ مژگاں ریشہ دارِ نیستانِ شیر قالی ہے

سرورِ نشۂ گردش اگر کیفیت افزا ہو

نہاں ہر گرد بادِ دشت میں جامِ سفالی ہے

عروج نشہ ہے سرتا قدم قدِ چمن رویاں

بجائے خود و گرنہ سرو بھی مینائے خالی ہے

ہوا آئینہ جامِ بادہ عکسِ روئے گلگوں سے

نشانِ خالِ رخ داغِ شرابِ پرتگالی ہے

بہ پائے خامۂ مو طے رہِ وصفِ کمر کیجے

کہ تارِ جادۂ سر منزلِ نازک خیالی ہے

اسد اُٹھنا قیامت قامتوں کا وقتِ آرائش

لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

☆☆

غزل نمبر 202

نشّہ مے بے چمن دودِ چراغِ کشتہ ہے

جام، داغِ شعلہ اندودِ چراغِ کشتہ ہے

رحم کر ظالم کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے

نبضِ بیمارِ وفا دودِ چراغِ کشتہ ہے

داغِ ہمدیگر ہیں اہلِ باغ گر گُل ہو شہید

لالہ چشمِ حسرت آلودِ چراغِ کشتہ ہے

شور ہے کس بزم کی عرضِ جراحت خانہ کا

صبح یک زخمِ نمک سودِ چراغِ کشتہ ہے

نامرادِ جلوہ ہر عالم میں حسرت گُل کرے

لالہ داغِ شعلہ فرسودِ چراغِ کشتہ ہے

ہو جہاں تیرا دماغِ ناز مستِ بے خودی

خوابِ نازِ گل رخاں دودِ چراغِ کشتہ ہے

ہے دلِ افسردہ داغِ شوخیِ مطلب اسد

شعلہ آخر فالِ مقصودِ چراغِ کشتہ ہے

☆☆

غزل نمبر 203

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجز عالی ہے

اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

بتانِ شوخ کا دل سخت ہو گا کس قدر یارب

مری فریاد کو کہسار سازِ عجز مالی ہے

نشانِ بے قرارِ شوق جز مژگاں نہیں باقی

کئی کانٹے ہیں اور پیراہنِ شکلِ نہالی ہے

جنوں کرائے چمن تحریرِ درسِ شغلِ تنہائی

نگاہِ شوق کو صحرا بھی دیوانِ غزالی ہے

سیہ مستی ہے اہلِ خاک کو ابرِ بہاری سے

زمیں کیفیتِ یک جامِ لبریزِ سفالی ہے233

رہا آباد عالم اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے

بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

اسد مت رکھ تعجب خر دماغی ہائے منعم کا

کہ یہ نامرد بھی شیر افگنِ میدانِ قالی ہے

☆☆

غزل نمبر 204

کاوشِ دزدِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے
ناخنِ انگشتِ خوباں لعلِ واژوں ہے مجھے

ریشۂ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیرِ خاک
خنجرِ جلاد برگِ بیدِ مجنوں ہے مجھے

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو مے کہ آج
آرزوئے بوسۂ لب ہائے میگوں ہے مجھے

ہو گئے باہم دگر جوشِ پریشانی سے جمع
گردشِ جامِ تمنا دورِ گردوں ہے مجھے

دیکھ لی جوشِ جوانی کی ترقّی بھی کہ اب
بدر کی مانند کاہش روز افزوں ہے مجھے

غنچگی ہے بر نفس پیچیدنِ فکر اے اسد
در شگفتن ہائے دل در رہنِ مضموں ہے مجھے

☆☆

غزل نمبر 205

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے

ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

واں کنگرِ استغنا ہر دم ہے بلندی پر

یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

آئینہ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش

عاشق کو غبارِ دل اک وجہِ صفائی ہے

از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے

داغوں کا نظر آنا خود چشم نمائی ہے

ہنگامِ تصور ہوں دریوزہ گرِ بوسہ

یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب

صد جلوۂ آئینہ یک صبحِ جدائی ہے

☆☆

غزل نمبر 206

دلا ! 234 عبث ہے تمنائے خاطر افروزی

کہ بوسۂ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی

طلسمِ آئنہ زانوئے فکر ہے غافل

ہنوز حسن کو ہے سعیِ جلوہ اندوزی

ہوئی ہے سوزشِ دل بسکہ داغِ بے اثری

اُگی ہے دودِ جگر سے شبِ سیہ روزی

بہ پر فشانیِ پروانۂ چراغِ مزار

کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی

تپش تو کیا، نہ ہوئی مشقِ پر فشانی بھی

رہا میں ضعف سے شرمندۂ نو آموزی

اسد ہمیشہ پئے کفشِ پائے سیم تناں

شعاعِ مہر سے کرتا ہے چرخ زر دوزی

☆☆

غزل نمبر 207

محوِ235 آرامیدگی سامانِ بے تابی کرے

چشم میں توڑے نمک داں تا شکر خوابی کرے

آرزوئے خانہ آبادی نے ویراں تر کیا

کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

نغمہ ہا وابستۂ یک عقدۂ تارِ نفس

ناخنِ تیغِ بتاں شاید کہ مضرابی کرے

صبح دم وہ جلوہ ریزِ بے نقابی ہو اگر

رنگِ رخسارِ گلِ خورشید مہتابی کرے

زخم ہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جوں مردگی

اے خوشا گر آبِ تیغِ ناز تیزابی کرے

بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر

کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

☆☆

غزل نمبر 208

یوں بعدِ ضبطِ اشک پھروں گرد یار کے
پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

سیماب پشت گرمیِ آئینہ دے ہے، ہم
حیراں کیے ہوئے ہیں دلِ بے قرار کے

بعد از ودائعِ یار بخوں در طپیدہ ہیں
نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے

ظاہر ہے ہم سے کلفتِ بختِ سیاہ روز
گویا کہ تختۂ مشق ہیں خطِّ غبار کے

حسرت سے دیکھ رہتے ہیں ہم آب و رنگِ گُل
مانندِ شبنم اشک ہیں مژگانِ خار کے

آغوشِ گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

ہم مشقِ فکرِ وصل و غمِ ہجر سے اسد
لائق نہیں رہے ہیں غمِ روزگار کے

☆☆

غزل نمبر 209

بہ[236] نقصِ ظاہری رنگِ کمالِ طبع پنہاں ہے

کہ بہرِ مدعائے دل زبانِ لال زنداں ہے

خموشی خانہ زادِ چشمِ بے پروا نگاہاں ہے

غبارِ سرمہ یاں گردِ سوادِ سُنبلستاں ہے

صفائے اشک میں داغِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں

پرِ طاؤس گویا برقِ ابرِ چشمِ گریاں ہے

بہ بوئے زلفِ مشکیں یہ دماغ آشفتہ رم ہیں

کہ شاخ آہواں دودِ چراغ آسا پریشاں ہے

تکلف بر طرف ہے جانستاں تر لطفِ بدخویاں

نگاہِ بے حجابِ یار تیغِ تیز عریاں ہے

اسد یہ[237] فرطِ غم نے کی تلف کیفیتِ شادی

کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

☆☆

غزل نمبر 210

عاشق نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیے
فانوسِ شمع کو پرِ پروانہ چاہیے
ہے وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط میں
معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے
پیدا کریں دماغِ تماشائے سرو و گل
حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیے
دیوانگاں ہیں حاملِ رازِ نہانِ عشق
اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے
اُس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں
شوقِ فضول و جراتِ رندانہ چاہیے
ساقی بہارِ موسمِ گل ہے سرور بخش
پیماں سے ہم گزر گئے، پیمانہ چاہیے
جادہ238 ہے طرزِ گفتگوئے یار، اے اسد
یاں جز فسوں نہیں، اگر افسانہ چاہیے

☆☆

غزل نمبر 211

239 جہاں زندانِ موجستانِ دل ہائے پریشاں ہے

طلسمِ شش جہت یک حلقۂ گردابِ طوفاں ہے

نہیں ہے مُردنِ صاحبدلاں جز کسبِ جمعیّت

سویدا میں نفس مانندِ خط در نقطہ پنہاں ہے

غبارِ دشتِ وحشت سرمہ سازِ انتظار آیا

کہ چشمِ آبلہ میں طویلِ میلِ راہِ مژگاں ہے

ز بس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا

جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

نقابِ یار ہے غفلت نگاہی اہلِ بینش کی

مژہ پوشیدنی ہا پردۂ تصویرِ عریاں ہے

اسد بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ

اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

☆☆

غزل نمبر 212

صبح سے معلوم آثارِ ظہورِ شام ہے

غافلاں آغازِ کار آئینۂ انجام ہے

بسکہ ہیں صیاد راہِ عشق میں صرفِ کمیں

جادۂ رہ سر بسر مژگانِ چشمِ دام ہے

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق

ہر بتِ خورشید طلعت آفتابِ بام ہے

مستعدِ قتلِ یک عالم ہے جلادِ فلک

کہکشاں موجِ شفق میں تیغِ خوں آشام ہے

کیا کمالِ عشق نقص آبادِ گیتی میں ملے

پختگی ہائے تصور یاں خیالِ خام ہے

ہو جہاں وہ ساقیِ خورشید رُو مجلس فروز

واں اسد تارِ شعاعِ مہر خطِّ جام ہے

☆☆

غزل نمبر 213

ہجومِ240 نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے

خموشی ریشۂ صد نیستاں سے خس بہ دنداں ہے

کجا مے، کُو عرق، سعیِ عروج نشّہ رنگیں تر

خطِ رخسارِ ساقی تا خطِ ساغر چراغاں ہے

رہا بے قدر دل در پردۂ جوشِ ظہور آخر

گل و نرگس بہم آئینہ و اقلیمِ کوراں ہے

تکلف سازِ رسوائی ہے غافل شرمِ رعنائی

دلِ خوں گشتہ در دستِ حنا آلودہ عریاں ہے

تماشا سرخوشِ غفلت ہے با وصفِ حضورِ دل

ہنوز آئینہ خلوت گاہِ نازِ ربطِ مژگاں ہے

تکلف بر طرف ذوقِ زلیخا جمع کر ورنہ

پریشاں خواب آغوشِ وداعِ یوسفستاں ہے

اسد جمعیّتِ دل در کنارِ بے خودی خوشتر

دو عالم آگہی سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

☆☆

غزل نمبر 214

اے 241خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستاں وا کرے

تار و پودِ فرشِ محفل پنبۂ مینا کرے

گر تبِ آسودۂ مژگاں تصرف وا کرے

رشتۂ پا شوخیِ بالِ نفس پیدا کرے

گر دکھاؤں صفحۂ بے نقش رنگِ رفتہ کو

دستِ رد سطرِ تبسم یک قلم انشا کرے

جو عزا دارِ شہیدانِ نفس دزدیدہ ہو

نوحۂ ماتم بہ آوازِ پرِ عنقا کرے

صفحۂ گردابِ جوہر کو بناڈالے تنور

عکس گر طوفانیِ آئینۂ دریا کرے

یک درِ بر روئے رحمت بستہ دورِ شش جہت

ناامیدی ہے خیالِ خانہ ویراں کیا کرے

ناتوانی سے نہیں سر در گریبانی اسد

ہوں سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

☆☆

غزل نمبر 215

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے

صبح کی مانند زخمِ دل گریبانی کرے

مے کدہ گر چشمِ مستِ یار سے پاوے شکست

موئے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خطِّ عارض سے لکھا ہے زلف کو اُلفت نے عہد

یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقتِ قہقہہ

کرمکِ شب تاب آسا مہ پر افشانی کرے

وقت اُس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد

نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے

☆☆

غزل نمبر 216

چشمِ خوباں مے فروشِ نشہ زارِ ناز ہے242

سرمہ گویا موجِ دُودِ شعلۂ آواز ہے

ہے صریرِ خامہ ریزش ہائے استقبالِ ناز

نامہ خود پیغام کو بالِ پرِ پرواز243 ہے

سرنوشتِ اضطراب انجامئِ الفت نہ پوچھ

نالِ خامہ خار در پیراہنِ آغاز ہے

نالۂ دل نغمہ ریزاں ہے بہ مضرابِ خیال

رشتۂ پایاں نوا سامانِ بندِ ساز ہے

شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یک نگاہ

اضطرابِ چشمِ بر پا دوختہ غمّاز ہے

شوخئِ اظہار کو جز وحشتِ مجنوں اسد

بسکہ لیلائے سخن محمل نشینِ راز ہے

☆☆

غزل نمبر 217

خوابِ جمعیّتِ مخمل ہے پریشان مجھ سے

رگِ بستر کو ملی شوخیِ مژگاں مجھ سے

غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بتاں

آرزو خانۂ آئینہ ہے ویراں مجھ سے

کنجِ تاریک و کمیں گیریِ اختر شمری

عینکِ چشم بنا روزنِ زنداں مجھ سے

اے تسلی ہوسِ وعدہ فریب افسوں ہے

ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ ساماں مجھ سے

بستنِ عہدِ محبت ہمہ نادانی تھا

چشمِ نکشودہ رہا عقدۂ پیماں مجھ سے

آتش افروزیِ یک شعلۂ ایما تجھ سے

چشمک آرایِ صد شہرِ چراغاں مجھ سے

اے اسد دسترسِ وصل تمنا معلوم

کاش ہو قدرتِ برچیدنِ داماں مجھ سے

☆☆

غزل نمبر 218

بہارِ تعزیت آبادِ عشق ماتم ہے

کہ تیغِ یار ہلالِ مہِ محرم ہے

بہ رہنِ ضبط ہے آئینہ بندیِ گوہر

وگرنہ بحر میں ہر قطرہ چشمِ پُر نم ہے

چمن میں کون ہے طرز آفرینِ شیوۂ عشق

کہ گل ہے بلبلِ رنگین و بیضہ شبنم ہے

اگر نہ ہووے رگِ خواب صرفِ شیرازہ

تمام دفترِ ربطِ مزاج برہم ہے

اسد بہ نازکیِ طبعِ آرزو انصاف

کہ ایک وہمِ ضعیف و غمِ دو عالم ہے

☆☆

غزل نمبر 219

ہر قدم دورئ منزل ہے نمایاں مجھ سے

میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

درسِ عنوانِ تماشا بہ تغافل خوشتر

ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھ سے

وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی میں

دُود کی طرح رہا سایہ گریزاں مجھ سے

اثرِ آبلہ کرتا ہے بیاباں روشن

جادہ جوں رشتۂ گوہر ہے چراغاں مجھ سے

بیکسی ہائے شبِ ہجر کی وحشت مت پوچھ

سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پنہاں مجھ سے

بے خودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو

پُر ہے سائے کی طرح میرا شبستاں مجھ سے

شوقِ دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے

جوں گلِ شمع ہو نظّارہ پریشاں مجھ سے

گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگیں تجھ سے

آئنہ دارِیِ یک دیدۂ حیراں مجھ سے

نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد

ہے چراغاں خس و خاشاکِ گلستاں مجھ سے

☆☆

غزل نمبر 220

عذارِ یار نظر بندِ چشمِ گریاں ہے

عجب کہ پرتوِ خور شمعِ شبنمستاں ہے

زباں بہ کامِ خموشاں ز فرطِ تلخیِ ضبط

بہ رنگِ پستہ بہ زہراب دادہ پیکاں ہے

قبائے جلوہ فنزائے لباسِ عریانی

بہ طرزِ گل رگِ جاں مجھ کو تارِ داماں ہے

لبِ گزیدۂ معشوق ہے دلِ افگار

نشانِ بُرّشِ شمشیر زخمِ دنداں ہے

کشودِ غنچۂ دل ہا عجب نہ رکھ غافل

صبا خرامیِ خوباں بہار ساماں ہے

فغاں کہ بہرِ شفائے حصولِ ناشدنی

دماغ ناز کشِ منّتِ طبیباں ہے

اسد ! جہاں کہ علی.بر سر نوازش ہو

کشادِ عقدۂ دشوار کارِ آساں ہے

☆☆

غزل نمبر 221

بسکہ244 حیرت سے ز پا افتادۂ زنہار ہے

ناخنِ انگشت بتخالِ لبِ بیمار ہے

زلف سے شب درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ

ورنہ صد محشر بہ رہنِ صافیِ رخسار ہے

در خیال آبادِ سودائے سرِ مژگانِ دوست

صد رگِ جاں جادہ آسا وقفِ نشتر زار ہے

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر

گردِ صحرائے حرم تا کوچۂ زنار ہے

اے سرِ شوریدہ نازِ عشق و پاسِ آبرو

یک طرف سودا و یک سُو منتِ دستار ہے

وصل میں دل انتظارِ طرفہ رکھتا ہے مگر

فتنہ تاراج تمنا کے لیے درکار ہے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا

ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

خانماں‌ہا پائمالِ شوخیِ دعویٰ اسد

سایۂ دیوار سیلابِ در و دیوار ہے

☆☆

غزل نمبر 220

تغافل 245مشربی سے ناتمامی بسکہ پیدا ہے

نگاہِ ناز چشمِ یار میں زنارِ مینا ہے

تصرف وحشیوں میں ہے تصور ہائے مجنوں کا

سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے

محبت طرزِ پیوندِ نہالِ دوستی جانے

دویدن ریشہ ساں مفتِ رگِ خوابِ زلیخا ہے

کیا یکسر گدازِ دل بہ نازِ جوششِ حسرت

سویدا نسخۂ تہہ بندیِ داغِ تمنا ہے

ہجومِ ریزشِ خوں کے سبب رنگ اُڑ نہیں سکتا

حنائے پنجۂ صیاد مرغِ رشتہ بر پا ہے

اسد246 گر نامِ والائے علی تعویذ بازو ہے

غریقِ بحرِ خوں تمثال در آئینہ رہتا ہے

☆☆

غزل نمبر 223

شفق247 بہ دعویٔ عاشق گواہِ رنگیں ہے

کہ ماہ دزدِ حنائے کفِ نگاریں ہے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ

خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے

عیاں ہے پائے حنائی سے پرتوِ خورشید

رکاب روزنِ دیوارِ خانۂ زیں ہے

جبینِ صبحِ امیدِ فسانہ گویاں پر

درازیِ رگِ خوابِ بتاں خطِ چیں ہے

ہوا نشانِ سوادِ دیارِ حسن عیاں

کہ خط غبارِ زمیں خیزِ زلفِ مشکیں ہے

بجا ہے گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ زار

کہ گوشِ گل نمِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

☆☆

غزل نمبر 224

اثر 248سوزِ محبت کا قیامت بے محابا ہے
کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے

نہاں ہے گوہرِ مقصود جیبِ خود شناسی میں
کہ یاں غوّاص ہے تمثال اور آئینہ دریا ہے

عزیزاں گرچہ بہلاتے ہیں ذکرِ وصل سے لیکن249
مجھے افسونِ خواب افسانۂ خوابِ زلیخا ہے

تصورِ بہر تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل
بہ باغِ رنگ ہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے

بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی
کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے

مجھے شب ہائے تاریک فراقِ شعلہ رویاں میں
چراغِ خانۂ دل سوزشِ داغِ تمنا ہے

ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں
ستمگر! ناخدا ترس! آشنا کُش! ماجرا کیا ہے

☆☆

غزل نمبر 225

جوہرِ آئینہ ساں مژگاں بہ دل آسودہ ہے

قطرہ جو آنکھوں سے ٹپکا سو نگہ آلودہ ہے

دامگاہِ عجز میں سامانِ آسائش کہاں

پر فشانی بھی فریبِ خاطرِ آسودہ ہے

اے ہوس عرضِ بساطِ نازِ مشتاقی نہ مانگ

جوں پرِ طاؤس چندیں داغِ مشک اندودہ ہے

ہے ریاکار رتبہ بالاتر تصور کردنی

تیرگی سے داغ کی مہ سیمِ مس اندودہ ہے

کیا کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش

عافیت سرمایۂ بال و پرِ نکشودہ ہے

ہے سوادِ خط پریشاں موئی اہلِ عزا

خامہ میرا شمعِ قبرِ کشتگاں کا دودہ ہے

جس طرف سے آئے ہیں، آخر اُدھر ہی جائیں گے

مرگ سے وحشت نہ کر راہِ عدم پیمودہ ہے

پنبۂ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان میں

مے پرستاں ناصحِ بے صرفہ گو بیہودہ ہے

کثرتِ انشائے مضمونِ تحیّر سے اسد

ہر سرِ انگشت نوکِ خامۂ فرسودہ ہے

☆☆

غزل نمبر 226

به250.بزمِ مے پرستی حسرتِ تکلیف بے جا ہے

کہ جامِ بادہ کف بر لب بہ تکلیفِ تقاضا ہے

نشاطِ دیدۂ بینا ہے کُو خواب و چہ بیداری

بہم آوردہ مژگاں بوسۂ روئے تماشا ہے

نہ لائی شوخیِ اندیشہ تابِ دردِ نومیدی

کفِ افسوس سودن عہدِ تجدید تمنا ہے

نگہ معمارِ حسرت ہا، چہ آبادی، چہ ویرانی

کہ مژگاں جس طرف وا ہو، کفِ دامانِ صحرا ہے

نسودے آبلوں میں گر سرشکِ دیدۂ نم سے

بہ جولاں گاہِ نومیدی نگاہِ عاجزاں پا ہے

بہ سختی ہائے قیدِ زندگی معلوم آزادی

شرر دربندِ دامِ رشتۂ رگ ہائے خارا ہے

اسد یاسِ تمنا سے نہ رکھ امیدِ آزادی

گدازِ آرزو ہا آبیارِ آرزو ہا ہے

☆☆

غزل نمبر 227

بہرِ پروردن سراسر لطف گستر سایہ ہے

پنجۂ مژگاں بہ طفلِ اشک دستِ دایہ ہے

فصلِ گل میں دیدۂ خونیں نگاہانِ جنوں

دولتِ نظّارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے

شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے کہ آہ

شیونِ دل یک سرودِ خانۂ ہمسایہ ہے

کیوں نہ تیغِ یار کو مشاطۂ الفت کہوں

زخم مثلِ گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے

اے اسد آباد ہے مجھ سے جہانِ شاعری

خامہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

☆☆

غزل نمبر 228

چشمِ گریاں بسملِ شوقِ بہارِ دید ہے

اشک ریزی عرضِ بال افشانیِ امید ہے

دامنِ گردوں میں رہ جاتا ہے ہنگامِ وداع

گوہرِ شب تاب اشکِ دیدۂ خورشید ہے

رتبۂ تسلیمِ خلت مشرباں عالی سمجھ

چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے

کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش

اے خوشا رندی 251 کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے

کثرتِ اندوہ سے حیران و مضطر ہے اسد

یا علی وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

☆☆

غزل نمبر 229

فرصت آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے

روز و شب یک کفِ افسوسِ تماشائی ہے

وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سرتا سرِ دل

بخیہ جوں جوہرِ تیغ آفتِ گیرائی ہے

شمع آسا چہ سرِ دعوی وکُو پائے ثبات

گلِ صد شعلہ بہ یک جیبِ شکیبائی ہے

نالہ خونیں ورق و دل گلِ مضمونِ شفق

چمن آرائے نفس وحشتِ تنہائی ہے

بوئے گل فتنۂ بیدار و چمن جاۂ خواب

وصل بر رنگِ تپش کسوتِ رسوائی ہے

شرم طوفانِ خزاں رنگِ طرب گاہِ بہار

گلِ مہتاب بہ کف چشمِ تماشائی ہے

باغِ خاموشیِ دل سے سخنِ عشق اسد

نفسِ سوختہ رمزِ چمن ایمائی ہے

☆☆

غزل نمبر 230

عیادت بسکہ تجھ سے گرمیِ بازارِ بستر ہے

فروغِ شمعِ بالیں طالعِ بیدارِ بستر ہے

بہ ذوقِ شوخیِ اعضا تکلف بارِ بستر ہے

معافِ پیچ وتابِ کشمکش ہر تارِ بستر ہے

معمائے تکلف سر بہ مُہرِ چشم پوشیدن

گدازِ شمعِ محفل پیچشِ طومارِ بستر ہے

مژہ فرشِ رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر

بہ پائے خفتہ سیرِ وادیِ پُر خارِ بستر ہے

سرشکِ سر بہ صحرا دادہ نور العینِ داماں ہا

دلِ بے دست و پا افتادہ برخوردارِ بستر ہے

بہ طوفاں گاہِ جوشِ اضطرابِ وحشت شب ہا

شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر تارِ بستر ہے

اسد جوشِ بہارِ دیدۂ بیدار کے صدقے

ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے

☆☆

غزل نمبر 231

خطر 252 ہے رشتۂ الفت رگِ گردن نہ ہو جائے

غرورِ دوستی آفت ہے تُو دشمن نہ ہو جائے

بہ پاسِ شوخیِ مژگاں سرِ ہر خار سوزن ہے

تبسم برگِ گل کو بخیۂ دامن نہ ہو جائے

جراحت دوزیِ عاشق ہے جائے رحم ڈرتا ہوں

کہ رشتہ تارِ اشکِ دیدۂ سوزن نہ ہو جائے

غضب شرم آفریں ہے رنگ ریزی ہائے خود بینی

سفیدی آئینے کی پنبۂ روزن نہ ہو جائے

سمجھ اس فصل میں کوتاہیِ نشو و نما غالب

اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

☆☆

غزل نمبر 232

نوائے خفتۂ الفت اگر بے تاب ہو جاوے

پرِ پروانہ تارِ شمع پر مضراب ہو جاوے

اگر وحشت عرق افشانِ بے پرواخرامی ہو

بیاضِ دیدۂ آہو کفِ سیلاب ہو جاوے

زبس طوفانِ آب و گِل ہے غافل کیا تعجب ہے

کہ ہر یک گرد بادِ گلستاں گرداب ہو جاوے

اثر میں یاں تک اے دستِ دعا اعجاز پیدا کر

کہ سجدہ قبضۂ تیغ خمِ محراب ہو جاوے

بہ رنگِ گل اگر شیرازہ بندِ بے خودی رہیے

ہزار آشفتگی مجموعۂ یک خواب ہو جاوے

اسد با وصفِ عجزِ بے تکلف خاک گردیدن

غضب ہے گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

☆☆

غزل نمبر 233

تا چند نازِ مسجد و بت خانہ کھینچیے
جوں شمع دل بہ خلوتِ جانانہ کھینچیے

بہزاد نقشِ یکٔ دلِ صد چاک عرض کر
گر زلفِ یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

راحت کمینِ شوخیِ تقریبِ نالہ ہے
پائے نظر بہ دامنِ افسانہ کھینچیے

زلفِ پری بہ سلسلۂ آرزو رسا
یک عمر دامنِ دلِ دیوانہ کھینچیے

یعنی دماغِ غفلتِ ساقی رسیدہ تر
خمیازۂ خمار سے پیمانہ کھینچیے

پرواز آشیانۂ عنقائے ناز ہے
بالِ پری بہ وحشتِ بے جانہ کھینچیے

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر
دامن کو اُس کے آج حریفانہ کھینچیے

ہے ذوقِ گریہ عزمِ سفر کیجیے اسد
رختِ جنونِ سیل بہ ویرانہ کھینچیے

☆☆

غزل نمبر 234

وہ مژہ برآہ رو بانیدن253از دل تیز ہے

یہ زمیں مثلِ نیستاں سخت ناوک خیز ہے

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے

بیستوں خوابِ گرانِ خسروِ پرویز ہے

ان ستم کیشوں کے کھائے ہیں زبس تیرِ نگاہ

پردۂ بادام یک غربالِ حسرت بیز ہے

خوں چکاں ہے جادہ مانندِ رگِ سودائیاں

سبزۂ صحرائے اُلفت نشترِ خوں ریز ہے

جلوۂ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد

جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

☆☆

غزل نمبر 235

دامانِ دل بہ وہمِ تماشا نہ کھینچیے
اے مدعی خجالتِ بے جا نہ کھینچیے

گل سر بہ سر اشارۂ جیبِ دریدہ ہے
نازِ بہار جز بہ تقاضا نہ کھینچیے

حیرت حجابِ جلوہ و وحشت غبارِ راہ
پائے نظر بہ دامنِ صحرا نہ کھینچیے

واماندگی بہانہ و دل بستگی فریب
دردِ طلب بہ آبلۂ پا نہ کھینچیے

گر صفحے کو نہ دیجیے پردازِ سادگی
جز خطِ عجز نقشِ تمنا نہ کھینچیے

خود نامہ بن کے جائیے اُس آشنا کے پاس
کیا فائدہ کہ منتِ بیگانہ کھینچیے

دیدارِ دوستانِ لباسی ہے ناگوار
صورت بہ کارخانۂ دیبا نہ کھینچیے

ہے بے خمار نشّۂ خونِ جگر اسد
دستِ ہوس بہ گردنِ مینا نہ کھینچیے

☆☆

غزل نمبر 236

زلفِ سیہ افعی نظرِ بد قلمی ہے

ہر چند خطِ سبز و زمرد رقمی ہے

ہے مشقِ وفا جانتے ہیں لغزشِ پا تک

اے شمع تجھے دعویٔ ثابت قدمی ہے

ہے عرضِ شکست آئینہ جراتِ عاشق

جز آہ کہ سر لشکرِ وحشت عَلَمی ہے

واماندۂ ذوقِ طربِ وصل نہیں ہوں

اے حسرتِ بسیار تمنا کی کمی ہے

وہ پردہ نشیں اور اسد آئینۂ اظہار

شہرت چمنِ فتنہ و عنقا ارمی ہے

☆☆

غزل نمبر 237

تر254 جبیں رکھتی ہے شرمِ قطرہ سامانی مجھے

موج گردابِ حیا ہے چینِ پیشانی مجھے

شبنم آسا کُو مجالِ سبحہ گردانی مجھے

ہے شعاعِ مہر زنارِ سلیمانی ہے

بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش

جنبشِ نالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے

ضبطِ سوزِ دل ہے وجہِ حیرتِ اظہارِ حال

داغ ہے مُہرِ دہن جوں چشمِ قربانی مجھے

شوخ ہے مثلِ حباب از خویش بیروں آمدن

ہے گریباں گیرِ فرصت ذوقِ عریانی مجھے

وا کیا ہر گز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس

ناخنِ بریدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے

ہوں ہیولائے دو عالم صورتِ تقریر اسد

فکر نے سونپی خموشی کی گریبانی مجھے

☆☆

غزل نمبر 238

یاد ہے شادی میں عقدِ نالۂ یارب مجھے

سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرِ لب مجھے

ہے کشادِ خاطرِ وابستہ دررہنِ سخن

تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے

یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے

رشک آسائش پہ ہے زندانیوں کی اب مجھے

صبح نا پیدا ہے کلفت خانۂ ادبار میں

توڑنا ہوتا ہے رنگِ یک نفس ہر شب مجھے

شومیِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں اسیر

نامۂ اعمال ہے تاریکیِ کوکب مجھے

دردِ ناپیدا و بے جا تہمتِ وارستگی

پردہ دارِ یاوگی ہے وسعتِ مشرب مجھے

طبع ہے مشتاقِ لذت ہائے حسرت کیا کروں

آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے

دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے

عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

☆☆

غزل نمبر 239

بسکہ سودائے خیالِ زلف وحشت ناک ہے

تا دلِ شب آبنوسی شانہ آسا چاک ہے

یاں فلاخن باز کس کا نالۂ بے باک ہے

جادہ تا کہسار موئے چینیِ افلاک ہے

ہے دو عالم ناز یک صیدِ شہِ دُلدل سوار

یاں خطِ پرکارِ ہستی حلقۂ فتراک ہے

خلوتِ بال و پرِ قمری میں وا کر راہِ شوق

جادۂ گلشن بہ رنگِ ریشہ زیرِ خاک ہے

عیش گرمِ اضطراب و اہلِ غفلت سرد مہر

دورِ ساغر یک گلستاں برگ ریزِ تاک ہے

عرضِ وحشت پر ہے نازِ ناتوانی ہائے دل

شعلۂ بے پردہ چینِ دامنِ خاشاک ہے

ہے کمندِ موج گل آشفتہ فتراکی اسد

رنگ یاں بُو سے سوارِ توسنِ چالاک ہے

☆☆

غزل نمبر 240

زبسکہ مشقِ تماشا جنوں علامت ہے

کشاد و بستِ مژہ سیلیِ ندامت ہے

بہ پیچ و تابِ ہوس سلکِ عافیت مت توڑ

نگاہِ خفتہ سرِ رشتۂ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد

جنونِ ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے

نہ جانوں کیونکہ مٹے داغِ طعنِ بد عہدی

تجھے کہ آئنہ بھی ورطۂ ملامت ہے

اسد ! بہارِ تماشائے گلستانِ حیات

وصالِ لالہ عذارانِ سرو قامت ہے

☆☆

غزل نمبر 241

مژہ پہلوئے چشم اے جلوۂ ادراک باقی ہے

ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخیِ خاشاک باقی ہے

چمن میں کچھ نہ چھوڑا تو نے غیر از بیضۂ قمری

عدم میں بہرِ فرقِ سرو مشتِ خاک باقی ہے

گدازِ سعیِ بینش شست و شو سے نقشِ خود کامی

سراپا شبنم آئیں یک نگاہِ پاک باقی ہے

ہوا ترکِ لباسِ زعفرانی دل کشا لیکن

ہنوز آفت نسب یک عقدہ یعنی چاک باقی ہے

چمن زارِ تمنا ہو گئی 255 صرفِ خزاں لیکن

بہارِ نیم رنگِ آہِ حسرت ناک باقی ہے

نہ حیرت چشمِ ساقی کی نہ صحبت دورِ ساغر کی

مری محفل میں غالب گردشِ افلاک باقی ہے

☆☆

غزل نمبر 242

شکلِ طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے

ہوں وہ گلدام کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

پرِ طاؤس تماشا نظر آیا ہے مجھے

ایک دل تھا کہ بہ صد چشم دکھایا ہے مجھے

عکسِ خط تا سخنِ ناصح دانا سرسبز

آئنہ بیضۂ طوطی نظر آیا ہے مجھے

سُنبلستانِ جنوں ہوں ستمِ نسبتِ زلف

مُوکشاں خانۂ زنجیر میں لایا ہے مجھے

گرد باد آئنۂ محشرِ خاکِ مجنوں

یک بیاباں دلِ بیتاب اُٹھایا ہے مجھے

حیرتِ کاغذِ آتش زدہ ہے جلوۂ عمر

تہِ خاکسترِ صد آئنہ پایا ہے مجھے

لالہ و گل بہم آیئنۂ اخلاقِ بہار

ہوں میں وہ داغ کہ پھولوں میں بسایا ہے مجھے

دردِ اظہارِ تپش کسوتِ گل معلوم

ہوں میں وہ چاک کہ کانٹوں میں سلایا ہے مجھے

بے دماغِ تپش و عرضِ دو عالم فریاد

ہوں میں وہ خاک کہ ماتم میں اُڑایا ہے مجھے

جامِ ہر ذرہ ہے سرشارِ تمنا مجھ سے

کس کا دل ہوں کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

جوشِ فریاد سے لوں گا دیتِ خواب اسد

شوخیِ نغمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

☆☆

غزل نمبر 243

شوخیِ مضرابِ جولاں آبیارِ نغمہ ہے

برگِ ریزِ ناخنِ مطرب بہارِ نغمہ ہے

کس سے اے غفلت تجھے تعبیرِ آگاہی ملے

گوش ہا سیمابی و دل بے قرارِ نغمہ ہے

سازِ عیشِ بے دلی ہے خانہ ویرانی مجھے

سیل یاں کوکِ صدائے آبشارِ نغمہ ہے

سنبلی خواں ہے بہ ذوقِ تارِ گیسوئے دراز

نالۂ زنجیرِ مجنوں رشتہ دارِ نغمہ ہے

شوخیِ فریاد سے ہے پردۂ زنبورِ گل

کسوتِ ایجادِ بلبل خار خارِ نغمہ ہے

نشہ ہا شادابِ رنگ و ساز ہا مستِ طرب

شیشۂ مے سروِ سبزِ جوئبارِ نغمہ ہے

ہم نشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ یار

واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

غفلت استعداد ذوق و مدعا غافل اسد

پنبۂ گوشِ حریفاں پود و تارِ نغمہ ہے

☆☆

غزل نمبر 244

خود فروشی ہائے256 ہستی بسکہ جائے خندہ ہے

تا شکستِ قیمتِ دل ہا صدائے خندہ ہے

شوخیِ اظہار دندان ہا برائے خندہ ہے

دعویٔ جمعیّتِ احباب جائے خندہ ہے

ہیں عدم میں غنچہ ہا عبرت کشِ انجامِ گل

یک جہاں زانو تامّل در قفائے خندہ ہے

عیشِ بے تابی حرامِ کلفتِ افسردگی

عرضِ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

نقشِ عبرت در نظر ہا نقدِ عشرت در بساط

دو جہاں وسعت بہ قدرِ یک فضائے خندہ ہے

جائے استہزا ہے عشرت کوشیِ ہستی اسد

صبح و شبنم فرصتِ نشو و نمائے خندہ ہے

☆☆

غزل نمبر 245

حسنِ بے پرواخریدارِ متاعِ جلوہ ہے

آئنہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

عجزِ دیدن ہابہ ناز و نازِ رفتن ہابہ چشم

جادۂ صحرائے آگاہی شعاعِ جلوہ ہے

اختلافِ رنگ و بو طرح بہارِ بے خودی

صلحِ کل گردِ ادب گاہِ نزاعِ جلوہ ہے

تا کجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن

چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

حسنِ خوباں بسکہ بے قدرِ تماشا ہے اسد

آئنہ یک دستِ ردِّ امتناعِ جلوہ ہے

☆☆

غزل نمبر 246

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی

مشکل کہ تجھ سے راہِ سخن وا کرے کوئی

سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر

فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سر بسر

کب تک خیالِ طرۂ لیلا کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب انشائے التفات

جوں درد میرے دل میں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے

آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

تمثالِ جلوہ عرض کر اے حسن کب تلک

آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی

کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

بے کاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل

جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد

پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

☆☆

غزل نمبر 247

جنوں رسوائیِ وارستگی زنجیر بہتر ہے

بقدرِ مصلحت دل تنگیِ تدبیر بہتر ہے

خوشا خود بینی و تدبیر و غفلت نقدِ اندیشہ

بہ دینِ عجز ا گر بد نامیِ تقدیر بہتر ہے

دلِ آگاہ تسکین خیزِ بے دردی نہ ہو یارب

نفس آئینہ دارِ آہِ بے تاثیر بہتر ہے

خدایا! چشم تا دل درد ہے افسونِ آگاہی

نگہ حیرت سوادِ خوابِ بے تعبیر بہتر ہے

درونِ جوہرِ آئینہ جوں برگِ حنا خوں ہے

بتاں نقشِ خود آرائی حیا تحریر بہتر ہے

تمنائے اسد قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ

دعائے دل بہ محرابِ خمِ شمشیر بہتر ہے

☆☆

غزل نمبر 248

وحشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی

ہستی کو لفظِ معنیِ عنقا کرے کوئی

ہے لختِ دل سے جوں مژہ ہر خار شاخ گل

تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی

جو کچھ ہے محوِ شوخیِ ابروئے یار ہے

آنکھوں کو رکھ کے طاق پہ دیکھا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعت ایجاد نالہ خیز

یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی

ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز

تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

عرضِ سرشک پر ہے فضائے زمانہ تنگ

صحرا کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد

دکھلاکے اس کو آئنہ توڑا کرے کوئی

☆☆

غزل نمبر 249

دریوزۂ ساماں ہاے بے سر و سامانی

ایجادِ گریباں ہا در پردۂ عریانی

تمثالِ تماشا ہا اقبالِ تمنا ہا

عجزِ عرقِ شرمے اے آئنہ حیرانی

دعوائے جنوں باطل تسلیم عبث حاصل

پروازِ فنا مشکل میں عجزِ تن آسانی

بیگانگیِ خو ہا موج رمِ آہو ہا

دامِ گلۂ اُلفت زنجیرِ پشیمانی

پرواز تپش رنگی گلزار ہمہ تنگی

خوں ہو قفسِ دل میں اے ذوقِ پر افشانی

سنگ آمد و سخت آمد دردِ سرِ خودداری

معذورِ سبکساری مجبورِ گراں جانی

گلزارِ تمنا ہوں گلچینِ تماشا ہوں

صد نالہ اسد بلبل دربندِ زباں دانی

☆☆

غزل نمبر 250

باغ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے
چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے
نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک
آسماں بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے
جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم
ہوں میں وہ سبزہ کہ زہراب اُگاتا ہے مجھے
مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئنہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے
شورِ تمثال ہے کس رشکِ چمن کا یا رب
آئنہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے
حیرتِ آئنہ انجامِ جنوں ہوں جوں شمع
کس قدر داغِ جگر شعلہ اُٹھاتا ہے مجھے
میں ہوں اور حیرتِ جاوید مگر ذوقِ خیال
بہ فسونِ نگہِ ناز ستاتا ہے مجھے
حیرتِ فکرِ سخن ساز سلامت ہے اسد
دل پسِ زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

☆☆

غزل نمبر 251

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جایئے
بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جایئے

یاد رکھیے ناز ہائے التفاتِ اولیں
آشیانِ طائرِ رنگِ رسا ہو جایئے

بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جایئے

لطفِ عشقِ ہر یک اندازِ دگر دکھلائے گا
بے تکلف یک نگاہِ آشنا ہو جایئے

داد از دستِ جفائے صدمۂ ضرب المثل
گر ہمہ اُفتادگی جوں نقشِ پا ہو جایئے

وسعتِ مشرب نیازِ کلفتِ وحشت اسد
یک بیاباں سایۂ بالِ ہُما ہو جایئے

☆☆

غزل نمبر 252

داغ پشتِ دستِ عجز شعلہ خس بہ دنداں ہے

اے ہوس مبارک ہو کارِ عشق آساں ہے

کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے

برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقاں ہے

حیرتِ تپیدن ہا خوں بہائے دیدن ہا

رنگِ گل کے پردے میں آئنہ پر افشاں ہے

عشق کے تغافل سے ہرزہ گردیِ عالم

روئے شش جہت آفاق پشتِ چشمِ زنداں ہے

غنچہ تا شگفتن ہا برگِ عافیت معلوم

باوجودِ دل جمعی خوابِ گل پریشاں ہے

گل بہ کوہ از لالہ بزم سازِ بے تابی

مثلِ دودِ مجمر ہا داغ بال افشاں ہے

اے کرم نہ ہو غافل ورنہ ہے اسد بیدل

از گُہر صدف خالی پشتِ چشمِ نیساں ہے

☆☆

غزل نمبر 253

گریہ سرشارئ شوقے بہ بیاباں زدہ ہے

قطرۂ خونِ جگر چشمکِ طوفاں زدہ ہے

گریہ بے لذّتِ کاوش نہ کرے جراتِ شوق

قطرۂ اشک دلے بر صفِ مژگاں زدہ ہے

بے تماشا نہیں جمعیّتِ چشمِ بسمل

مژہ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے

فرصت آئینہ و پروازِ عدم تا ہستی

یک شرر بالِ دل و دیدہ چراغاں زدہ ہے

درسِ نیرنگ ہے کس موج نگہ کا یارب

غنچہ صد آئنہ زانوئے گلستاں زدہ ہے

سازِ وحشت رقمی ہا کہ بہ اظہارِ اسد

دشت و ریگ آئنہ صفحۂ افشاں زدہ ہے

☆☆

غزل نمبر 254

خوابِ غفلت بہ کمیں گاہِ نظر پنہاں ہے

شام سائے میں بہ تاراج سحر پنہاں ہے

دو جہاں گردشِ یک سبحۂ اسرارِ نیاز

نقدِ صد دل بہ گریبانِ سحر پنہاں ہے

خلوتِ دل میں نہ کر دخل بجز سجدۂ شوق

آستاں میں صفتِ آئنہ در پنہاں ہے

فکرِ پروازِ جنوں ہے سببِ ضبط نہ پوچھ

اشک جوں بیضۂ مژگاں تہِ پر پنہاں ہے

ہوش اے ہرزہ درا تہمتِ بے دردی چند

نالہ در گردِ تمنائے اثر پنہاں ہے

وہمِ غفلت مگر احرامِ فسردن باندھے

ورنہ ہر سنگ کے باطن میں شرر پنہاں ہے

وحشتِ دل ہے اسد عالمِ نیرنگِ نشاط

خندۂ گل بہ لبِ زخمِ جگر پنہاں ہے

☆☆

غزل نمبر 255

مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے

موجِ شراب یک مژۂ خواب ناک ہے

کلفت طلسمِ جلوۂ کیفیّتِ دگر

زنگار خوردہ آئنہ یک برگِ تاک ہے

ہے عرضِ جوہرِ خط و خالِ ہزار عکس

لیکن ہنوز دامنِ آئینہ پاک ہے

ہوں خلوتِ فسردگیِ انتظار میں

وہ بے دماغ جس کو ہوس بھی تپاک ہے

جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو

جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد

صحرا ہماری آنکھ میں اک مشتِ خاک ہے

☆☆

غزل نمبر 256

غم و عشرت قدم بوسِ دلِ تسلیم آئیں ہے
دعائے مدّعا گم کردگانِ عشق آمیں ہے

تماشا ہے کہ ناموسِ وفا رسوائے آئیں ہے
نفس تیری گلی میں خوں ہو اور بازار رنگیں ہے

لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے

ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیرِ گلستاں کر
شرارِ آہ سے موجِ صبا دامانِ گلچیں ہے

پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عیادت سے
شبِ ماتم تہِ دامانِ دودِ شمع بالیں ہے

زبس جز حسن منت ناگوارا ہے طبیعت پر
کشادِ عقدہ محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے

نہیں ہے سرنوشتِ عشق غیر از بے دماغی ہا
جبیں پر میری مدِّ خامۂ قدرت خطِ چیں ہے

بہارِ باغ پامالِ خرامِ جلوہ فرما یاں

حنا سے دست و خونِ کشتگاں سے تیغ رنگیں ہے

بیابانِ فنا ہے بعدِ صحرائے طلب غالب

پسینہ توسنِ ہمت کا سیلِ خانۂ زیں ہے

☆☆

غزل نمبر 257

دیکھتا ہوں وحشتِ شوقِ خروش آمادہ سے

فالِ رسوائی ارشکِ سربہ صحرا دادہ ہے

دام گر سبزے میں پنہاں کیجیے طاؤس ہو

جوشِ نیرنگِ بہارِ عرضِ صحرا دادہ سے

پاتراب سیلِ طوفانِ صدائے آب ہے

نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا

شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

خیمۂ لیلیٰ سیاہ و خانۂ مجنوں خراب

جوشِ ویرانی ہے عشقِ داغ بیروں دادہ سے

بزمِ ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم اسد

دیکھتے ہیں چشمِ از خوابِ عدم نکشادہ سے

☆☆

غزل نمبر 258

نظر پرستی و بے کاری و خود آرائی

رقیبِ آئنہ ہے حیرتِ تماشائی

ز خود گزشتنِ دل کاروانِ حیرت ہے

نگہ غبارِ ادب گاہِ جلوہ فرمائی

بہ چشم در شدہ مژگاں ہے جوہرِ رگِ خواب

نہ پوچھ نازکیِ وحشتِ شکیبائی

خرابِ نالۂ بلبل شہیدِ خندۂ گل

ہنوز دعوئ تمکین و بیمِ رسوائی

شکستِ سازِ خیال آں سوئے کریوۂ غم

ہنوز نالہ پرافشانِ ذوقِ رعنائی

ہزار قافلۂ آرزو بیاباں مرگ

ہنوز محملِ حسرت بہ دوشِ خودرائی

وداعِ حوصلہ توفیقِ شکوہ عجزِ وفا

اسد ہنوز گمانِ غرورِ دانائی

☆☆

غزل نمبر 259

کوشش ہمہ بے تابِ تردد شکنی ہے

صد جنبشِ دل یک مژہ برہم زدنی ہے

گو حوصلہ پا مردِ تغافل نہیں لیکن

خاموشیِ عاشق گلۂ کم سخنی ہے

دی لطفِ ہوانے بہ جنوں طرفہ نزاکت

تا آبلہ دعوائے تنک پیر ہنی ہے

رامش گرِ ارباب فنا نالۂ زنجیر

عیشِ ابد از خویش بروں تاختنی ہے

از بسکہ ہے محوِ بہ چمن تکیہ زدنہا

گلبرگ پر بالشِ سروِ چمنی ہے

آئینہ و شانہ ہمہ دست و ہمہ زانو

اے حسن مگر حسرتِ پیماں شکنی ہے

فریاد اسد بے نگہی ہائے بتاں سے 257

سچ کہتے ہیں واللہ کہ اللہ غنی ہے

☆☆

غزل نمبر 260

کاشانۂ ہستی کہ بر انداختنی ہے

یاں سوختنی چارہ گرِ ساختنی ہے

ہے شعلۂ شمشیرِ فنا حوصلہ افگار

اے داغِ تمنا سپر انداختنی ہے

جز خاک بسر کردنِ بے فائدہ حاصل

ہر چند بہ میدانِ ہوس تاختنی ہے

اے بے ثمراں حاصلِ تکلیفِ دمیدن

گردن بہ تماشائے گل افراختنی ہے

ہے سادگیِ ذہن تمنائے تماشا

جائے کہ اسد رنگِ چمن باختنی ہے

☆☆

غزل نمبر 261

گلستاں بے تکلف پیشِ پا افتادہ مضموں ہے

جو تو باندھے کفِ پا پر حنا آئینہ موزوں ہے

بہارِ گل دماغِ نشۂ ایجادِ258 مجنوں ہے

ہجومِ برق سے چرخ وز میں یک قطرۂ خوں ہے

رجوعِ گریہ سوئے دل خوشا سرمایۂ طوفاں

بر انگشتِ حسابِ اشک ناخن نعلِ واژوں ہے

عدم وحشت سراغ و ہستی آئیں بندِ رنگینی

دماغِ دو جہاں پر سنبل و گل یک شبیخوں ہے

تماشا ہے علاج بے دماغی ہائے دل غافل

سویدا مردمِ چشمِ پری نظّارہ افسوں ہے

فنا کرتی ہے زائل سر نوشتِ کلفتِ ہستی

سحر از بہرِ شست و شوئے داغِ ماہ صابوں ہے

اسد ہے آج مژگانِ تماشا کی حنا بندی

چراغانِ نگاہ و شوخیِ اشکِ جگر گوں ہے

☆☆

غزل نمبر 262

منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے

دامانِ صد کفن تہِ سنگِ مزار ہے

عبرت طلب ہے حلِ معمائے آگہی

شبنم گدازِ آئینۂ اعتبار ہے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق

گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

خجلت کشِ وفا کو شکایت نہ چاہیے

اے مدعی طلسمِ عرق بے غبار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا

آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہے

چھڑکے ہے شبنم آئینۂ برگِ گل پر آب

اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہے

کیفیتِ ہجومِ تمنا رسا اسد

خمیازہ ساغرِ مئے رنجِ خمار ہے

☆☆

غزل نمبر 263

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے

کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے

فسردگی میں ہے فریادِ بیدلاں تجھ سے

چراغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے

بہارِ حیرتِ نظارہ سخت جانی سے 259

حنائے پائے اجل خونِ کشتگاں تجھ سے

پری بہ شیشہ و عکسِ رخ اندر آئینہ

نگاہِ حیرتِ مشاطہ خوں فشاں تجھ سے

طراوتِ سحر ایجادیِ اثر یک سُو

بہارِ نالہ و رنگینیِ فغاں تجھ سے

چمن چمن گلِ آئینہ در کنارِ ہوس

امید محوِ تماشائے گلستاں تجھ سے

نیاز پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے

جبینِ سجدہ فشاں تجھ سے آستاں تجھ سے

بہانہ جوئیِ رحمت کمیں گرِ تقریب

وفائے حوصلہ و رنجِ امتحاں تجھ سے

اسدؔ بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس

خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستاں تجھ سے

☆☆

غزل نمبر 264

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئنہ تمثال دار ہے

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر
اُس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر
ہر ذرے کے نقاب میں دل بے قرار ہے

سودائیِ خیال ہے طوفانِ رنگ و بو
یاں ہے کہ داغِ لالہ دماغِ بہار ہے

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے
حیرت شہیدِ جنبشِ ابروئے یار ہے

حیراں ہوں شوخیِ رگِ یاقوت دیکھ کر
یاں ہے کہ صحبتِ خس و آتش برار ہے

اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں

طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے

غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ وفا260

اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

☆☆

غزل نمبر 265

حکمِ بیتابی نہیں اور آرمیدن منع ہے

باوجودِ مشقِ وحشت ہار میدن منع ہے

شرم آئینہ تراشِ جبہۂ طوفان ہے

آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

بیخودی فرمانروائے حیرت آبادِ جنوں

زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

مژدۂ دیدار سے رسوائیِ اظہار دُور

آج کی شب چشمِ کوکب تک پریدن منع ہے

بیمِ طبعِ نازکِ خوباں سے وقتِ سیرِ باغ

ریشۂ زیرِ زمیں کو بھی دویدن منع ہے

یار معذورِ تغافل ہے عزیزاں شفقتے

نالۂ بلبل بہ گوشِ گل شنیدن منع ہے

مانعِ بادہ کشی ناداں ہے لیکن اے اسد

بے ولائے ساقیِ کوثر کشیدن منع ہے

☆☆

غزل نمبر 266

قتلِ عشاق نہ غفلت کشِ تدبیر آوے

یارب آئینہ بہ طاقِ خمِ شمشیر آوے

بالِ طاؤس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز

کون ہے داغ کہ شعلے کا عناں گیر آوے

عرضِ حیرانیِ بیمارِ محبت معلوم

عیسیٰ آخر بہ کفِ آئنہ تصویر آوے

ذوقِ راحت اگر احرامِ تپش ہو جوں شمع

پائے خوابیدہ بہ دلجوئِ شبگیر آوے

اُس بیاباں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں

موجۂ ریگ سے دل پائے بہ زنجیر آوے

وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوّارہ نمط

سیل صیادِ کمیں خانۂ تعمیر آوے

سرِ معنی بہ گریبانِ شقِ خامہ اسد

چاکِ دل شانہ کشِ طرّۂ تحریر آوے

☆☆

غزل نمبر 267

تا چند نفس غفلتِ ہستی سے بر آوے

قاصد تپشِ نالہ ہے یارب خبر آوے261

ہے طاقِ فراموشیِ سودائے دو عالم

وہ سنگ کہ گلدستۂ جوشِ شرر آوے

در دآئنہ کیفیتِ صد رنگ ہے یارب

خمیازہ طرب ساغرِ زخمِ جگر آوے

جمعیّتِ آوارگیِ دید نہ پوچھو

دل تا مژہ آغوشِ وداعِ نظر آوے

اے ہرزہ دوی منّتِ تمکینِ جنوں کھینچ

تاآبلہ محمل کشِ موجِ گُہر آوے

زاہد کو جنوں سبحۂ تحقیق ہے یارب

زنجیریِ صد حلقۂ بیرونِ در آوے

وہ تشنۂ سرشارِ تمنا ہوں کہ جس کو

ہر ذرہ بہ کیفیتِ ساغر نظر آوے

تمثالِ بتاں گر نہ رکھے پنبۂ مرہم

آئینہ بہ عریانیِ داغِ جگر آوے

ہر غنچہ اسد بارگہِ شوکتِ گل ہے

دل فرشِ رہِ ناز ہے بیدل اگر آوے

☆☆

غزل نمبر 268

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے

نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے

بہ حلقۂ خمِ گیسوئے راستی آموز

دہانِ مار سے گویا صبا نکلتی ہے

برنگِ شیشہ ہوں یک گوشۂ دلِ خالی

کبھی پری مری خلوت میں آ نکلتی ہے

فشارِ تنگیِ صحبت سے آتی ہے شبنم

صبا جو غنچے کی خلوت میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ

کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

اسد کو حسرتِ عرضِ نیاز تھی دمِ قتل

ہنوز یک سخنِ بے صدا نکلتی ہے

☆☆

غزل نمبر 269

چار سوئے عشق میں صاحب دکانی مفت ہے

نقد ہے داغِ دل اور آتش زبانی مفت ہے

زخمِ دل پر باندھیے حلوائے مغزِ استخواں

تندرستی فائدہ اور ناتوانی مفت ہے

نقدِ انجم 262 تا بہ کے از کیسہ بیروں ریختن

یعنی اے پیرِ فلک شامِ جوانی مفت ہے

گر نہیں پاتا درونِ خانہ ہر بیگانہ جا

بر درِ نکشودۂ دل پاسبانی مفت ہے

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے

بر ہوس ہائے جہاں دامن فشانی مفت ہے

یک نفس ہر یک نفس جاتا ہے قسطِ عمر میں

حیف ہے اُن کو جو کھویں زندگانی مفت ہے

مال و جاہ دست و پائے زر خریدہ ہیں اسد

پس بہ دل ہائے دگر راحت رسانی مفت ہے

☆☆

غزل نمبر 270

بے تابیِ یادِ دوست ہم رنگِ تسلی ہے

موج تپشِ مجنوں محمل کشِ لیلیٰ ہے

کلفت کشیِ ہستی بدنامِ دورنگی ہے

یاں تیرگیِ اختر خالِ رخِ زنگی ہے

دیدن ہمہ بالیدن گردن263 ہمہ افسردن

خوشتر زگل و غنچہ چشم و دلِ ساقی ہے

وہم طربِ ہستی ایجادِ سیہ مستی

تسکین دہِ صد محفل یک ساغرِ خالی ہے

زندانِ تحمل میں مہمانِ تغافل ہیں

بے فائدہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے

ہووے نہ غبارِ دل تسلیمِ زمیں گیری

مغرور نہ ہو ناداں سر تا سرِ گیتی ہے

رکھ فکرِ سخن میں تو معذور مجھے غالب

یاں زورقِ خودداری طوفانیِ معنی ہے

☆☆

غزل نمبر 271

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ہے انتظار سے شرر آبادِ رستخیز
مژگانِ کوہکن رگِ خارا کہیں جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزمِ خیال میں
گلدستۂ نگاہ سویدا کہیں جسے

کس فرصتِ وصال پہ ہے گل کو عندلیب
زخمِ فراق خندۂ بے جا کہیں جسے

ہے تار و پودِ فرشِ تبسم بہ بزمِ عیش
صبحِ بہار پنبۂ مینا کہیں جسے

پھونکا ہے کس نے گوشِ محبت میں اے خدا
افسونِ انتظار تمنا کہیں جسے

یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو
یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جسے

سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے

وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

ہے چشمِ تر میں حسرتِ دیدار سے نہاں

شوقِ عناں گسیختہ دریا کہیں جسے

غالبؔ برا نہ مان جو واعظ برا کہے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

☆☆

غزل نمبر 272

شبنم بہ گلِ لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغِ دلِ بے درد نظر گاہِ حیا ہے

دل خوں شدۂ کشمکشِ کثرتِ اظہار
آئینہ بدستِ بتِ بد مستِ حنا ہے

تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بہ اندازِ گُل آغوش کشا ہے

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

مجبوریِ دعوائے گرفتاریِ اُلفت
دامن تہِ سنگ آمدہ احرامِ وفا ہے

سر رشتۂ بے تابیِ دل در گرہِ عجز
پرواز بہ خوں خفتہ و فریاد رسا ہے

اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تاب ادھر بھی
سایے کی طرح ہم پہ عجب وقت پڑا ہے

معلوم ہوا حالِ شہیدانِ گزشتہ

تیغِ ستم آئینۂ تصویر نما ہے

بیگانگیِ خلق سے بیدل نہ ہو غالب

کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

☆☆

غزل نمبر 273

اگر گُل حسن واُلفت کی بہم جوشیدنی جانے

پرِ بلبل کے افسردن کو دامن چیدنی جانے

فسونِ حُسن سے ہے شوخیِ گلگونہ آرائی

بہار اس کی کفِ مشاطہ میں بالیدنی جانے

نوائے بلبل و گل پاسبانِ بے دماغی ہے

بہ یک مژگانِ خوباں صد چمن خوابیدنی جانے

زہے شب زندہ دارِ انتظارستاں کہ وحشت سے

مژہ در پیچکِ مہ سوزن آسا چیدنی جانے

خوشا شوقے کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قاتل سے

نگہ شمشیر میں جوں جوہر آرامیدنی جانے

جفا شوخ و ہوس گستاخ مطلب ہے مگر عاشق

نفس در قالبِ خشتِ لحد دزدیدنی جانے

نوائے طائرانِ آشیاں گم کردہ آتی ہے

تماشائے کہ رنگِ رفتہ بر گردیدنی جانے

اسد جاں نذرِ الطافے کہ ہنگامِ ہم آغوشی

زبانِ ہر سرِ مُو حالِ دل پرسیدنی جانے

☆☆

غزل نمبر 274

سوختگاں کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے

آئنہ نشانِ حال مثلِ گلِ چراغ ہے

لطفِ خمارِ مے کو ہے در دلِ ہمد گر اثر

پنبۂ شیشۂ شراب کف بہ لبِ ایاغ ہے

مفتِ صفائے طبع ہے جلوۂ نازِ سوختن

داغِ دلِ سیہ دلاں مردمِ چشمِ زاغ ہے

رنجشِ یارِ مہرباں عیش و طرب کا ہے نشاں

دل سے اُٹھے ہے جو غبار گردِ سوادِ باغ ہے

شعر کی فکر کو اسد چاہیے ہے دل و دماغ

عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے

☆☆

رباعیات

رباعی نمبر 1

بعد از اتمامِ بزمِ عیدِ اطفال

ایامِ جوانی رہے ساغر کشِ حال

آ پہنچے ہیں تا سوادِ اقلیمِ عدم

اے عمرِ گزشتہ یک قدم استقبال

☆

رباعی نمبر 2

ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا

ممکن نہیں یک زبان و یک دل ہونا

میں تجھ سے اور مجھ سے تُو پوشیدہ

ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

☆

رباعی نمبر 3

شب زلف و رخ عرق فشاں کا غم تھا
کیا شرح کروں کہ طرفہ تر عالم تھا
رویا میں ہزار آنکھ سے صبح تلک
ہر قطرۂ اشکِ چشمِ چشمِ نم تھا

☆

رباعی نمبر 4

دل تھا کہ جو جانِ درد تمہید سہی
بیتابیِ رشک و حسرتِ دید سہی
ہم اور فسُردن اے تجلّی افسوس
تکرار روا نہیں تو تجدید سہی

☆

رباعی نمبر 5

سامانِ ہزار جستجو یعنی دل

ساغر کشِ خونِ آرزو یعنی دل

پشت ورخ آئنہ ہے دین ودنیا

منظور ہے دو جہاں سے تُو یعنی دل

☆

رباعی نمبر 6

اے کاش بتاں کا خنجرِ سینہ شگاف

پہلوئے حیات سے گزر جاتا صاف

ایک تسمہ لگا رہا کہ تا روزے چند

رہیے نہ مشقتِ گدائی سے معاف

☆

رباعی نمبر 7

اے کثرتِ فہمِ بے شمار اندیشہ
ہے اصلِ خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون و دعوتِ صد نشتر
یک وہم و عبادتِ ہزار اندیشہ

☆

رباعی نمبر 8

دل سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج
نیرنگِ زمانہ فتنہ پرور ہے آج
یک تارِ نفس میں جوں طنابِ صناع
ہر پارۂ دل برنگِ دیگر ہے آج

☆

رباعی نمبر 9

گر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں

رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں

ہیں نام و نگیں کمیں گہِ نقبِ شعور

یہ چور پڑا ہے خانۂ خاتم میں

☆

رباعی نمبر 10

ہے خلقِ حسد قماش لڑنے کے لیے

وحشت کدۂ تلاش لڑنے کے لیے

مغرورِ وفا نہ ہو کہ جوں کاغذِ باد

ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

☆

رباعی نمبر 11

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل

سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش

گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

ضمیمہ

خاتمۂ دیوان کے بعد جلد ساز نے جو سادہ اوراق لگائے ہیں اُن میں پانچ صفحوں پر بد خط اور غلط نگار کاتب نے حسب ذیل غزلیں نقل کی ہیں۔ (یہ تمام غزلیات نسخۂ شیرانی کے متن میں موجود ہیں)۔

صفحۂ اول

غزل نمبر 275

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

غیر 264 کو یارب وہ کیوں کر منعِ گستاخی کرے
گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جایئے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

دور چشمِ بد تری بزمِ طرب سے واہ واہ

نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق

پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اُس کی بزم آرائیاں سن کر دلِ رنجور یاں

مثلِ نقشِ مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

ہو کے 265 عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا

رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اڑتا جائے ہے

نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں

کھینچتا ہے جس قدر اتنا ہی کھینچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھ سے مثلِ دود بھاگے ہے اسد

پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

☆☆

غزل نمبر 276

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے

تب اماں ہجر میں دی بردِ لیالی نے مجھے

نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم

لے لیا مجھ سے مری ہمتِ عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاریِ وہم

کر دیا کافر ان اصنامِ خیالی نے مجھے

زندگی میں بھی رہا ذوقِ فنا کا مارا

نشہ بخشا غضب اس ساغرِ خالی نے مجھے

ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا

عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

بسکہ تھی فصلِ خزانِ چمنستانِ سخن

رنگِ شہرت نہ دیا 266 تازہ خیالی نے مجھے

جلوۂ خور سے فنا ہوتی ہے شبنم غالب

کھو دیا سطوتِ اسمائے جلالی نے مجھے

☆☆

صفحۂ دوم

غزل نمبر 277

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے

سینہ جویائے زخمِ کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن

آمدِ فصلِ لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصدِ نگاہِ نیاز

پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلالِ جنسِ رسوائی

دل خریدارِ ذوقِ خواری ہے

وہ ہی صد رنگ نالہ فرسائی

وہ ہی صد گونہ اشک باری ہے

دل ہوائے خرامِ ناز سے پھر

محشرستانِ بے قراری ہے

جلوہ پھر عرضِ ناز کرتا ہے

روز بازارِ جاں سپاری ہے

پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہیں

پھر وہی زندگی ہماری ہے

پھر کھلا ہے درِ عدالتِ ناز

گرم بازارِ فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان میں اندھیر

زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال

ایک فریاد و آہ وزاری ہے

پھر ہوئے ہیں گواہِ عشق طلب

اشک باری کا حکم جاری ہے

دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا

آج پھر اس کی روبکاری ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

☆☆

غزل نمبر 278

چاہیے خوباں کو جتنا چاہیے

یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر

جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے

دل تو268 ہوا اچھا نہیں ہے گر دماغ

کچھ تو اسبابِ تمنا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل

بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایّامِ گل

کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی

منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی

یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

☆☆

صفحۂ سوم

دشمنی نے میری کھویا غیر کو

کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید

نااُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

ق

چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد

آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے

چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

☆☆

غزل نمبر 279

وہ آ کے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے

ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے

کرے 269 ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا

تری طرح کوئی تیغِ نگہ کو آب تو دے

دکھا270 کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہم کو

نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جواب تو دے

یہ کون کہوے ہے آباد کر ہمیں لیکن

کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے

پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے

پیالہ گر نہی دیتا نہ دے، شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے

کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے

☆☆

غزل نمبر 280

کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گر آ جائے ہے مجھ سے

جفائیں کرکے اپنی یاد، شرما جائے ہے مجھ سے

خدایا جذبۂ دل 271 کی مگر تاثیر اُلٹی ہے

کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

وہ بدخو اور میری داستانِ عشق 272 طولانی

عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے

اُدھر 273 وہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے

نہ 274 پوچھا جائے ہے اُس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

سنبھلنے دے مجھے اے نااُمیدی 275 کیا قیامت ہے

کہ دامانِ خیالِ یار چھُوٹا جائے ہے مجھ سے

ہوئے ہیں پاؤں ہی پہلے نبردِ عشق میں زخمی

نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے

☆☆

صفحۂ چہارم

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

☆☆

غزل نمبر 281

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے

جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو

عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم

برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے

پھر 276پرسشِ جراحتِ دل کو چلا ہے عشق

سامانِ صد ہزار نمک داں کیے ہوئے

پھر بھر رہا ہوں خامۂ مژگاں بخونِ دل

سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب

نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

دل پھر طوافِ کوئے ملامت کو جائے ہے

پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب

عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال277

صد گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

☆☆

صفحۂ پنجم

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا278

جاں نذرِ دل فریبیِ عنواں کیے ہوئے

ڈھونڈے ہے پھر کسی کو لبِ بام پر ہوس

زلفِ سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو مقابل میں279 آرزو

سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کیے ہوئے

اک نو بہارِ ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ

چہرہ فروغِ مے سے گلستاں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت، کہ رات دن

بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

پھر دل میں ہے کہ در پہ کسو کے پڑے رہیں

سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوشِ اشک سے

بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

☆☆

ای بک: دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ/ نسخۂ بھوپال)

تصحیح: جویریہ مسعود (سوات، پاکستان)

نظرِ ثانی: اعجاز عبید، حیدر آباد،، ہندوستان

تاریخِ شروعِ تصحیح: 1اپریل 2007 عیسوی۔ بوقت 17-09رات

تاریخِ اختتام: 14اپریل 2007 عیسوی۔ بوقت 30-11رات

باز تصحیح ۲۸اپریل ۲۰۱۲، بوقت ۱۲ بجے دن، پیسفک ٹائم

****

حواشی

1 دورانِ تحریر میں اطلاع ملی ہے کہ انہیں دنوں ہندوستان میں ایک قدیم تر مخطوطے کا پتا چلا ہے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو بھی وہ خصوصیت جو گذشتہ نصف صدی میں بھوپال کے قلمی دیوان کو حاصل رہی، اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔

2 اُس وقت: نواب زادہ محمد حمید اللہ خان، چیف سیکرٹری، ریاست بھوپال۔

3 کذا

4 مطابق یکم نومبر 1821ع.

5 فوجدار محمد خاں، بھوپال کے نواب غوث محمد خاں کے بیٹے تھے۔

6 دیکھیے مفتی انوار الحق کے شائع کردہ نسخے کا صفحہ 5۔

7 اس قلمی دیوان کی تاریخ کتابت معلوم نہیں ہے لیکن بھوپال کے مخطوطے کے حاشیے کے اندراجات اس کے متن میں ملتے ہیں۔ خود اس قلمی دیوان کے حاشیے پر ایسی غزلیں درج ہیں جو غالب نے دہلی سے کلکتے جاتے ہوئے لکھیں۔ بالفاظ دیگر اس دیوان کے متن کی کتابت غالب کے کلکتے روانہ ہونے سے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔

8 میرے شمار کے مطابق 235 غزلوں میں تخلص "اسد" آیا ہے اور 38 میں "غالب"۔ ایک غزل (غزل 157) میں بجائے تخلص کے پورا نام "اسد اللہ خاں" آیا ہے اور ایک غزل (غزل 224) تخلص کے بغیر ہے۔

اس نسخے میں ان اغلاط کی تصحیح متن ہی میں کی ہے (جویریہ مسعود) 9

10 مفتی انوار الحق کے شائع کردہ نسخے میں "بہر ترویج" سہوِ کتابت سے "بہرِ ترویج" ہو گیا ہے، چنانچہ یہاں (اور بعد کے اشعار میں بھی جا بجا) اس غلطی کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس قصیدے کے اکثر اشعار کلیاتِ فارسی، مطبوعہ نول کشور، کے قطعہ نمبر 20 میں ملتے ہیں۔

11 بدل کر "جوشِ بیدادِ تپش" کیا گیا۔ ملاحظہ ہو مفتی انوار الحق کا نوٹ ان کے نسخے کے صفحہ 225 پر۔

12 مولانا عرشی نے اسے سہو۔کاتب قرار دے کر اپنے نسخے میں "کی" شائع کیا ہے۔

13 یہ لفظ شاید "یاس" ہے جو سہوِ کاتب سے "پاس" ہو گیا ہے۔

14 "ترے" اور "ہے" میں غالباً سہوِ کاتب سے تقدم و تاخر ہوا ہے۔

15 اس کا ایک املا تپیدن بھی ہے (جویریہ مسعود)

16 یہ شعر دیوان غالب متداول (نسخۂ اردو ویب ڈاٹ آرگ) کے غزل نمبر 199 میں بہ حیثیت مطلعِ ثانی درج ہے۔(جویریہ مسعود)

17 یہ شعر بھی دیوان غالب متداول (نسخۂ اردو ویب ڈاٹ آرگ) کے غزل نمبر 199 میں معمولی فرق کے ساتھ درج ہے کہ "یوہیں" کے جگہ "یوں ہی" ہے (جویریہ مسعود)

18 اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے خوش خط لکھے ہیں:

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے

سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دامِ شیدن جس قدر چاہے بچھائے

مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

19 اس شعر کے مصرع اول کے حاشیے پر یہ تحریر ہے: "عبدالعلے"

20 عرشی: مژہ

21 عرشی: زنجیری، عرشی صاحب نے زنجیر سے، کو سہوِ مرتب لکھا ہے۔

22 مصرع اول کو حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے (باریک قلم، خوش خط)۔

مہِ اختر فشاں کی بہر استقبال آنکھوں سے

23 مفتی انوار الحق صحیح فرماتے ہیں کہ متن میں اس شعر پر "لالا" لکھا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر بڑھایا گیا ہے۔

روانی ہائے موج خونِ بسمل سے ٹپکتا ہے

کہ لطفِ بے تحاشا رفتنِ قاتل پسند آیا

اس سلسلے میں صرف اتنا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حاشیے پر یہ اندراج اس غزل کے دوسرے اور تیسرے شعر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ (پانچویں شعر کے ساتھ نہیں)۔ نیز حاشیے پر یہ اندراج باریک قلم میں خوش خط نہیں ہے بلکہ موٹے قلم کے شکستہ خط میں ہے۔ تاہم اس خاص اضافے کو دیکھ کر یہ گمان ضرور ہوتا ہے کہ یہ اندراج غالب کی تحریر سے بہت مشابہ ہے۔

24 کتاب کے متن میں "جس" اور " فلک" کے بیچ کوئی لفظ چھپنے سے رہ گیا ہے (جویریہ مسعود)

نسخۂ کالی داس رضا میں یہ لفظ 'قدر' ہے۔

25 اس مصرع میں "از حلقہ ہا" تینوں لفظوں کے اوپر "لا" لکھا ہے۔ یوں : لالالا پھر "از حلقہ" کے نیچے "پیمانہ" تحریر کیا ہے اور "ہا" کے نیچے "ہر"۔ اس مصرع کو غالباً یوں بدلنا مقصود تھا:

خمِ رنگِ سیہ پیمانۂ ہر چشمِ آہو تھا

26 اس مقطع کے بجائے حاشیے پر یہ شعر تحریر کیا ہے

اسد خاکِ درِ میخانہ اب سر پر اُڑاتا ہوں

گئے وہ دن کہ پانی جامِ مے کا تا بہ زانو تھا

27 اس غزل اور اس سے اگلی غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں:

دوست غم خواری میں میری سعی فرمائیں گے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیں گے کیا

بے نیازی حد سے گزری، بندہ پرور کب تلک

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

حضرت ناصح گر آئیں، دیدہ و دل فرشِ راہ

کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں

عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائیں گے کیا

گر کیا ناصح نے ہم کو قید، اچھا یوں سہی

یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا

خانہ زادِ زلف ہیں، زنجیر سے بھاگیں گے کیوں

ہیں گرفتارِ بلا، زنداں سے گھبرائیں گے کیا

ہے اب اس معمورے میں قحطِ غمِ الفت اسد

ہم نے یہ مانا کہ دہلی میں رہیں، کھائیں گے کیا؟

28 اس مصرع پر "لا" لکھ کر اِسے (باریک قلم، خوش خط) یوں بدلا ہے:

بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

29 حاشیے پر "نقش" بجائے "وقف" بنایا ہے۔ مفتی انوار الحق۔ "یہ ترمیم بین السطور ہے": مولانا عرشی۔اس شعر کے مصرعِ اول جزوِ ثانی عرشی صاحب نے " خواب میں خران" شائع کیا ہے۔ نسخۂ شیرانی: " خواب میں خرام اس کا۔"

30 مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ شعر اس طرح چھپا ہے:

ہے مکیں کی پاداری نام صاحبِ خانہ

ہم نے تیرے کوچے نے نقشِ مدعا پایا

بھوپال کے مخطوطے میں "مکیں" کے بجائے "نگیں" ہے اور دوسرا مصرع: "ہم سے تیرے کوچے نے۔۔۔" (بصورتِ بالا) لکھا ہے۔ مخطوطے کے کاتب نے شاید "سے" اور "نے" کو سہواً بدل دیا ہے۔ تاہم نسخۂ شیرانی میں یہ مصرع بجنسہ بصورت بالا دیا ہے۔

31 عرشی: "نے ستم جنوں مائل"۔

32 اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر تحریر کیے ہیں:

دھمکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلب گارِ مرد تھا

تھا زندگی میں موت کا کھٹکا لگا ہوا
اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیف نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خوں ہے اب
اس رہگزر میں جلوۂ گل، آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال، بیاباں نورد تھا

یہ لاشِ بے کفن اسدِ خستہ جاں کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

33 عرشی: دویدن۔

34 عرشی: "اُگی"۔

35 عرشی : "ہے"

36 عرشی : "بار"

37 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر تحریر ہے (باریک قلم، خوش خط)

دل گزرگاہِ خیال مے و ساغر ہی سہی

گر نفس جادۂ سر منزلِ تقویٰ نہ ہوا

38 حاشیے پر : "دیوے گا"

39 یہ مصرع حاشیے پر یوں بدلا ہے (باریک قلم، خوش خط)

حیف اے زنگِ تمنا کہ پئے عرضِ حیا

40 حاشیے پر یوں بدل کر لکھا ہے:

واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد

ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

41 اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل سات شعر (باریک قلم، شکستہ خط میں) تحریر کیے ہیں۔

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا

یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے

یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہائے ناز کا

تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز

میں اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا

صرفہ ہے ضبط آہ میں میرا، و گرنہ میں

طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے

ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز

ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا

تاراج کاوش غم ہجراں ہوا اسد

سینہ کہ تھا دفینہ گہر ہائے راز کا

اس صفحے پر مذکورہ بالا حاشیے کے بالمقابل حسب ذیل پانچ شعر حاشیے میں (باریک قلم، شکستہ خط) درج کیے گئے ہیں:

نازشِ ایامِ خاکستر نشینی کیا کہوں

پہلوئے اندیشہ وقفِ بسترِ سنجاب تھا

مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے

خانۂ عاشق مگر سازِ صدائے آب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنونِ نارسا نے ورنہ یاں

ذرہ ذرہ روکشِ خورشیدِ عالم تاب تھا

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے

کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا

انتظارِ صید میں اک دیدۂ بے خواب تھا

42 اس مقام پر وہ اشارات جو میں نے برسوں پہلے کتب خانۂ بھوپال میں قلمی نسخے کو دیکھ کر لکھے، کسی قدر پریشاں کن ثابت ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل سات اشعار میں سے پہلے چھ شعر اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے گئے۔ اس کے بعد حاشیے پر دوسری جگہ میں اشعار باریک قلم سے شکستہ خط میں نقل ہوئے ہیں اور ساتویں شعر کا (جو مقطع ہے) اضافہ کیا گیا ہے:

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آب جو

یاں رواں مژگانِ چشمِ تر سے خونِ ناب تھا

دیکھتے تھے ہم بہ چشمِ خود وہ طوفانِ بلا

آسمانِ سفلہ جس میں یک کفِ سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوئے پیراہنِ دریا میں خار

گریہ وحشت بے قرارِ جلوۂ مہتاب تھا

یاں سرپُر شور بے خوابی سے تھا دیوار جو

واں وُہ فرقِ ناز محوِ بالشِ کمخواب تھا

یاں نفس کرتا تھا روشن شمعِ بزمِ بے خودی

جلوۂ گل واں بساطِ صحبتِ احباب تھا

فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موج رنگ کا

یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

واں ہجومِ نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا اسد

ناخنِ غم یاں سرِ تارِ نفس مضراب تھا

اسی (مذکورہ بالا) اندراج کے نیچے حاشیے ہی پر سات شعر کی یہ غزل باریک قلم سے خوش خط تحریر کی ہے۔ (مفتی انوار الحق نے اس غزل کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے مگر حاشیے کے اس اندراج کا ذکر نہیں کیا)۔

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا

کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

زبس آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا

چراغِ گل سے ڈھونڈے ہے چمن میں شمع خار اپنا

اسیرِ بے زباں ہوں کاشکے صیادِ بے پروا

بہ دامِ جوہرِ آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مگر ہو مانعِ دامن کشی ذوقِ خود آرائی

ہوا ہے نقش بندِ آئنہ سنگِ مزار اپنا

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایاں نے

طلسمِ رنگ میں باندھا تھا عہدِ استوار اپنا

اگر آسودگی ہے مدعائے رنجِ بے تابی

نثارِ گردشِ پیمانۂ مے روزگار اپنا

اسد ہم وہ جنون جولاں گدائے بے سر و پا ہیں

کہ ہے سر پنجۂ مژگانِ آہو پشت خار اپنا

43اس مصرع کے ساتھ حاشیے میں یہ تحریر ہے: "عبدالعلے"

44 حاشیے پر در گرہ کی جگہ "سلسلہ" بنایا ہے۔ مفتی انوار الحق کا نوٹ

45 حاشیے پر اسے یوں بدلا ہے "غبار راہ ہوں"

46اس سلسلے میں ملاحظہ ہو "نسخۂ حمیدیہ" مؤلفہ مفتی انوار الحق (حاشیۂ صفحہ 32)۔ یہ مقطع متن میں کاٹ کر اس کے بجائے حسب ذیل تین شعر (باریک قلم سے شکستہ خط میں) درج حاشیہ ہیں:

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا

ورنہ جو چاہیے اسبابِ تمناسب تھا

آخرِ کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا

دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا

شوق سامانِ فضولی ہے، و گرنہ غالب

ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمناکب تھا

47 شیرانی: "قاتل نے جناغ"

48 "متن میں "تو کہے" کے نیچے پہلے "گویا" لکھا ہے پھر کاٹ دیا ہے

49 "حاشیے پر "مصروف" کی جگہ "معزول" لکھا ہے"۔ (مفتی انوار الحق کا نوٹ)

50 حاشیے پر موٹے قلم سے کسی قدر خوش خط شکستہ میں اس کے بجائے یہ شعر لکھا ہے:

انتظارِ جلوۂ کاکل میں ہر شمشادِ باغ

51 صورتِ مژگانِ عاشق صرفِ عرضِ شانہ تھا

52 "متن میں پہلے اس جگہ "طپیدن" تھا۔ پھر اسے کاٹ کر "تڑپنا" بنایا گیا" (مفتی انوار الحق کا نوٹ)

53 اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل دو شعر باریک قلم سے شکستہ خط میں درج کیے ہیں۔

وہی اک بات ہے جو یاں نفس واں نکہتِ گل ہے

چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگیں نوائی کا

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے

کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

54 عرشی: "پریشاں" (بجائے "پرستان")۔

55اس غزل کے حاشیے پر یہ چار شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ خط):

حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے یہی

دوامِ کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا

ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنوں ہم کو

عدم کو لے گئے دل میں غبار صحرا کا

ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں

کرے ہے ہر بُنِ مُو کام چشمِ بینا کا

دل اُس کو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے

ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا

56 عرشی صاحب فرماتے ہیں کہ قلمی نسخے میں " جنون زدہ" ہے۔

57حاشیے پر اس مصرع کو یوں لکھا ہے:

ملی نہ وسعتِ جولانِ یک جنون ہم کو

(مفتی انوار الحق کا نوٹ)

58 یہ شعر متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے:

فلک کو دیکھ کے کرتا ہے اُس کو یاد اسد

جفا میں اُس کی ہے انداز کار فرما کا

59اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ خط)۔ واضح رہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں (ملاحظہ ہو اُس نسخے کا صفحہ 16) ان اشعار کی ترتیب وہ نہیں رہی جو قلمی نسخے میں بطریق ذیل موجود ہے:

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب

خونِ جگر ودیعتِ مژگانِ یار تھا

کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو، پر اب

دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں

جاں دادۂ ہوائے سرِ رہگزار تھا

60 عرشی: "جوں"۔

61 "اس قطع رہ" کو حاشیے پر "راہِ سخن میں" لکھا ہے۔ تحریر موٹے قلم سے شکستہ اور بد خط ہے۔

62اس غزل کے حاشیے پر ان تین اشعار کا اضافہ کیا ہے۔ (باریک قلم، شکستہ)۔

ہوانے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بانی

کہ تھا آئینۂ خور پر تصور رنگ بستن کا

تکلف عافیت میں ہے دلا بند قبا وا کر

نفس بعد از وصالِ دوست تاواں ہے گسستن کا

ہر اشکِ چشم سے یک حلقۂ زنجیر بڑھتا ہے

بہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب اندیشہ رستن کا

63اس غزل سے نیا صفحہ شروع ہوتا ہے۔ غزل کے اُوپر لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ): "معاملہ کردہ شے"۔

64اس شعر کے حاشیے پر لکھا ہے: "ستم دیدہ" یہ تحریر موٹے قلم کی ہے مگر کچھ ایسی بد خط نہیں۔

65اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (باریک قلم، شکستہ):

جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منتظر

جوہر سوادِ جلوۂ مژگانِ حور تھا

66 شاید کتابت کی غلطی نے یہاں " بھر" کو "مر" بنا دیا ہے مگر اس سلسلے میں نسخۂ حمیدیہ کا یہ مقطع بھی قابلِ لحاظ ہے:

شب کہ تھا نظارگی روئے بتاں کا اے اسد

گر گیا بامِ فلک سے صبح طشتِ ماہتاب

67 اس مصرع کے ساتھ حاشیے پر یہ الفاظ ملتے ہیں:

"محررہ عبدالصمد مظہر"۔

68 اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر لکھے ہیں (باریک قلم، شکستہ):

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے

شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے

پُر گُل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا

69 سات شعروں کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں (باریک قلم، شکستہ):

رشک کہتا ہے کہ اُس کا غیر سے اخلاص حیف

عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

شوق ہے ساماں طرازِ نازشِ اربابِ عجز

ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے

عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

70 اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر تحریر ہیں (باریک قلم، شکستہ خط):

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل

کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے

پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

71 یہ مصرع حاشیے پر (موٹے قلم سے، بدخط) یوں لکھا ہے:

اسدارباب فطرت قدر دانِ لفظ و معنی ہیں

72 اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر لکھے ہیں۔ (باریک قلم سے، شکستہ خط میں) دوسرے اور تیسرے شعر میں لکھنے والا صرف قافیے تک پہنچا ہے۔ ردیف دونوں شعروں میں بہ نظر سہولت حذف کی گئی ہے:

دل کو ہم صرفِ وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا

یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحاں ہو جائے گا

باغ میں مجھ کو نہ لے جاورنہ میرے حال پر

پر گلِ تر ایک چشمِ خوں فشاں ہو جائے گا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو

اب تلک تو یہ توقع ہے کہ واں ہو جائے گا

73 یہ مصرع کاٹ کر (شکستہ، بدخط تحریر میں) یوں لکھا ہے:

خارِ گُل بہرِ دہانِ گُل زباں ہو جائے گا

74 مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپس میں بدل گئے ہیں لیکن قلمی دیوان میں ترتیب اشعار وہ ہے جو یہاں دی گئی ہے۔

75 قلمی دیوان میں اسی طرح ہے، "سوچ" نہیں ہے۔

76 شیرانی و عرشی: "اخگر" بجائے "اختر"۔

77 مفتی انوار الحق کے نسخے میں اس غزل کا پانچواں اور چھٹا شعر آپ میں بدل گئے ہیں لیکن یہاں قلمی دیوان ہی کی ترتیب اشعار کا لحاظ کیا گیا ہے۔

78 شیرانی و عرشی: "خونا کردگاں" بجائے "ناافسردگاں"۔

79 قلمی دیوان میں چھٹے شعر پر "لالا" لکھ کر حاشیے پر یہ شعر درج کیا ہے (موٹے قلم سے، شکستہ، بد خط تحریر):

اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا

غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

80 شیرانی و عرشی: "ریشہ واری" بجائے "ریشہ داری"۔

81 اس غزل کے حاشیے پر یہ پانچ شعر (باریک قلم سے خوش خط) بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں:

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں

آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا

میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

دل نہیں تجھ کو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار

اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

عرض کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں

کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل

دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

82 حاشیے پر "آتش خیزی" کے بجائے "سوز آتش" بنایا ہے۔ (مفتی انوار الحق کا نوٹ)۔

83 اس غزل کے حاشیے پر یہ ایک شعر درج ہے (باریک قلم، شکستہ)۔

پھر (ترے) کوچے کو جاتا ہے خیال

دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا

مصرع اول میں حاشیہ نگار "ترے" لکھنا بھول گیا ہے۔

84 شیرانی: "کہ"۔

85 اس مقطع کے سامنے حاشیے پر 1248ھ کی مہر لگی ہے۔

86 شیرانی: "مری"۔

87 عرشی: "گامِ زباں تک" (کام زباں تک کے بجائے)

88 اس غزل کے حاشیے پر یہ چھ شعر بہ ترتیب ذیل لکھے ہیں (باریک قلم، شکستہ خط):

جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے

ہوں شمعِ کشتہ درخورِ محفل نہیں رہا

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں

شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن

غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

دل سے ہوائے کشتِ وفا مٹ گئی کہ واں

حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا ہوں پر اسد

جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

واضح رہے کہ حاشیے میں لکھے ہوئے مقطع کا مصرع اول (بصورت بالا) متداول دیوان میں اختیار کردہ مصرع (بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد) سے مختلف ہے۔

89 عرشی "بستر"۔

90 "متن میں یہ مصرع یونہی درج ہے لیکن اس غزل کی ردیف کی رعایت آخر میں "رہا" کی متقاضی ہے اس لیے شاید یہ مصرع یوں ہو کہ: "ہمارا کام ہوا اور تمہارا نام رہا"

(مفتی انوار الحق کا نوٹ)

91 جدید املا: "تپ" جویریہ مسعود

92 "کرے"؟

93 اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر درج ہیں (باریک قلم، شکستہ)۔ پہلے شعر کے اوپر حاشیے ہی میں "مطلع ثانی" لکھا ہے:

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفاں میرا

موج خمیازہ ہے ہر زخمِ نمایاں میرا

رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم

تیرے چہرے سے ہو ظاہر غمِ پنہاں میرا

94 یہاں حاشیے پر متداول دیوان کی حسب ذیل غزل کے پہلے سات شعر درج ہیں اور آخری تین شعر اگلے صفحے کے حاشیے پر:

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد

تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام

مٹ گیا گھسنے میں اس عدے کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ

اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا

باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال

ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا

روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس

کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا

تا کہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل

دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب

چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

95 یہ مصرع بصورت بالا لکھنے کے بعد یوں بدل دیا ہے:

رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس تھا

96حاشیے پر (باریک قلم، شکستہ) یہ دو شعر لکھے ہیں:

طبع کے واشد نے رنگِ یک گلستان گل کیا

یہ دلِ وابستہ گویا بیضۂ طاؤس تھا

مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا

کس قدر یارب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

97عرشی: "ہے"۔

98اس غزل کے حاشیے پر بارہ شعر کی حسب ذیل غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے۔ واضح رہے کہ دسویں شعر کے پہلے مصرع میں "ایک عالم میں ہے طوفانِ کیفیتِ فصل" قلمی نسخے کی عبارت کے مطابق ہے۔ مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع "ایک عالم پہ ہے۔۔۔" ہو گیا ہے۔

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موج شراب

پوچھ مت وجہِ سیہ مستیِ اربابِ چمن

سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب

جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے

سر سے گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موج شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر

موج ہستی کو کرے فیضِ ہوا موج شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو

موج گل، موج شفق، موج صبا، موج شراب

جس قدر روح بناتی ہے جگر تشنۂ ناز

دے ہے تسکین، بدمِ آبِ بقا، موج شراب

بسکہ دوڑے ہے رگِ تاک میں خوں ہو ہو کر

شہپرِ رنگ سے ہے بال کشا موج شراب

موجۂ گل سے چراغاں ہے گزرگاہِ خیال

ہے تصور میں ز بس جلوہ نما موج شراب

نشّے کے پردے میں ہے محوِ تماشائے دماغ

بسکہ رکھتی ہے سرِ نشو و نما موج شراب

ایک عالم میں ہے طوفانیِ کیفیت فصل

موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موج شراب

شرح ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسمِ گل

ہے تصور میں ز بس جلوہ نما موج شراب

ہوش اُڑتے ہیں مرے جلوۂ گل دیکھ اسد

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

99 اس مصرع میں لفظ "آہنگ" کاٹ کر لفظ "ذوق" لکھا گیا ہے۔ مصرع کی صورت اصلاح کے بعد یہ ہے۔

بسملِ ذوقِ پریدن ہے بہ بالِ عندلیب

100 اس لفظ کو بدل کو موٹے قلم سے شکستہ خط میں "روز" لکھا ہے۔ (اے شبِ پروانہ و روزِ وصالِ عندلیب)۔

101 اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل پانچ شعر بہ ترتیبِ ذیل درج ہیں (موٹا قلم، شکستہ خط):

کافی ہے نشانی تری چھلّے کا نہ دینا

خالی مجھے دکھلاکے بہ وقت سفر انگشت

خوں دل میں جو میرے نہیں باقی تو عجب کیا

جوں ماہیِ بے آب تڑپتی ہے ہر انگشت

شوخی تری کہہ دیتی ہے احوال ہمارا

رازِ دلِ صد پارہ کی ہے پردہ در انگشت

کس رتبے میں باریکی و نرمی ہے کہ جوں گل

آتی نہیں پنجے میں بس اس کے نظر انگشت

افسوس کہ دنداں کا کیا رزق فلک نے

جن لوگوں کی تھی درخورِ عقدِ گہر انگشت

102 یہ مصرع یوں بدلا گیا ہے (موٹا قلم، بدخط تحریر):

دیکھا ہے کسی کا جو حنا بستہ سر انگشت

103 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بدخط شکستہ تحریر میں حسب ذیل غزل درج ہے:

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت

پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشقِ خونابہ مشرب

لکھے ہے خداوندِ نعمت سلامت

دو عالم کی ہستی پہ خطِ وفا کھینچ

دل و دستِ اربابِ ہمت سلامت

علی الرغم دشمن شہیدِ وفا ہوں

مبارک مبارک سلامت سلامت

نہیں گر بہ کامِ دلِ خستہ گردوں

جگر خوا ہیے جوشِ حسرت سلامت

نہیں گر سر و برگِ سودائے معنی

تماشائے نیرنگِ صورت سلامت

نہ اوروں کی سنتا، نہ کہتا ہوں اپنی

سرِ خستہ دشوار وحشت سلامت

وفورِ بلا ہے ہجومِ وفا ہے

سلامت سلامت، سلامت سلامت

نہ فکر سلامت، نہ بیم سلامت

ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

رہے غالبِ خستہ مغلوبِ گردوں

یہ کیا بے نیازی ہے حضرت سلامت

104 عرشی: "سرِ خستہ و شورِ وحشت۔۔۔"۔

105 اس غزل کے حاشیے پر اس شعر کا اضافہ کیا ہے (موٹا قلم، شکستہ):

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت

بن گیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

106 عرشی: "گنج"

107 حاشیے پر یہ شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے:

طبعِ عاشق حاملِ صد غلبۂ تاثیر ہے

دل کو اے بیداد خو تعلیمِ خارائی عبث

108 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر تحریر ہے۔ (موٹا قلم، شکستہ خط):

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ

تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

109 شیرانی: "ہر رشتہ"۔

110 اسے بدل کر یوں لکھا ہے (موٹا قلم، شکستہ خط): "کرتی ہے عاجزی۔۔۔"

111 اس مقطع کے دو لفظوں "شانہ گشتن" کے نیچے موٹے قلم سے شکستہ خط میں دو لفظ "گیسو شدن" لکھے ہیں۔ اگر یہ تحریر غالب کی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مصرع کو بدلنے کا خیال کیا اور پھر ترک کر دیا، بصورت دیگر نقل کرنے والے نے ترمیم کی صحیح نقل نہیں کی۔

112 متداول دیوان میں اس لفظ کے بجائے "دید" ہے مگر قلمی دیوان میں "جلوہ" ہی ہے۔

113 یہاں متن میں "تجھ سے" کو کاٹ کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں "یکسر" تحریر کیا ہے۔

114 یہ مصرع کاٹ کر یوں بدلا ہے:

"ز دست شیشۂ دلہائے دوستاں فریاد"

115 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج کیا ہے (موٹے قلم سے، شکستہ مگر بد خط نہیں ہے):

تھی نگہ میری نہاں خانۂ دل کی نقّاب

بے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا میرے بعد

116 متداول دیوان میں یہ شعر نہیں ہے۔ جویریہ مسعود

117 اس غزل پر متن میں موٹے قلم سے بد خط "غلط" لکھا ہے۔

118 عرشی: "مژہ ہے"۔

119 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ شعر تحریر ہے:

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہے خجل

ہے تماشا زشت رویوں کا عتاب آئینے پر

120 عرشی: "سدا سکندر بنے بہرِ نگاہ گلرخاں"۔

121 متن میں زندں درج ہے جو کہ یقینی طور پر کتابت / ٹائپنگ کی غلطی ہے۔ جویریہ مسعود

122 اس غزل پر متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں "غلط" لکھا ہے اور لکھنے کے بعد کاٹ دیا ہے۔

123 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ تین شعر لکھے ہیں:

جنوں کی دست گیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی

گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر

فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے

متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا

فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

124 یہاں لفظ "تمنا" کے بجائے موٹے قلم سے شکستہ خط "دو عالم" لکھا ہے۔

125 اس غزل کے حاشیے پر ذیل کے تین شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے ہیں۔ پہلے شعر کا مصرعِ اول متداول دیوان کے اسی مصرع سے ذرا سا مختلف ہے:

فارغ مجھے نہ جان کہ جوں صبح و آفتاب

ہے داغِ عشق زینتِ جیب کفن ہنوز

اے شعلہ فرصتے کہ سویدائے دل سے ہوں

کشتِ سپندِ صد جگر اندوختن ہنوز

میخانۂ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں

خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

ان اشعار میں شعر 2 اس سے آگے تیسری غزل کے متن میں پھر موجود ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ یہاں اشارہ نویسی میں مجھ سے غلطی ہوئی یا حاشیے میں لکھے ہوئے اس شعر کی تکرار آگے آنے والی ایک غزل کے متن میں فی الواقع ہوئی ہے۔

126 متن میں اس غزل کے اوپر "غلط" لکھا ہے۔

127 اس غزل کے حاشیے پر مندرجہ ذیل چار شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھے ہیں۔ مقطع میں یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ یہاں تخلص اسد نہیں، غالب رکھا ہے اور متن میں اسد والے مقطع پر "لالا" لکھ دیا ہے:

ز بس کہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے

اڑی ہے صفحۂ خاطر سے صورتِ پرواز

ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزے ہے

کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

ہر ایک ذرۂ عاشق ہے آفتاب پرست

گئی نہ خاک ہوئے پر، ہوائے جلوۂ ناز

نہ پوچھ وسعتِ میخانۂ جنوں غالب

جہاں یہ کاسۂ گردوں ہے ایک خاک انداز

128 عرشی: "دیدہ" بجائے "دید"۔

129 قلمی دیوان میں مروجہ "خمِ کاکل" کے بجائے "خمِ گیسو" ہے۔

130 کتاب کے اصل متن میں "اندیشاے" ہے، اسے جدید املا کے مطابق "اندیشہ ہائے" سے بدل دیا ہے، جویریہ مسعود

131 قلمی نسخے میں اس مصرع کا بصورتِ متداولہ پایا جانا قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ خود نسخۂ شیرانی میں یہ مصرع یوں درج ہے: ریزشِ سجدہ ہائے اہلِ نیاز

132 حاشیے پر مقطع کا مصرع اول (موٹے قلم سے، شکستہ خط میں) بصورت ذیل لکھا ہے:

"نگہِ التفات سوئے اسد"

133 لفظ "موجد" کو کاٹ کر (موٹا قلم، شکستہ خط) "مایہ" بنایا ہے۔ دونوں مصرعوں میں کچھ اور بھی اصلاح دینی چاہی ہے مگر پھر ان الفاظ کو کاٹ دیا ہے۔ گویا یہ شعر بہ تغیرِ لفظِ "موجدِ" بجنسہٖ رہنے دیا ہے۔

134 اس صفحے کے حاشیے پر آٹھ شعر کی یہ غزل درج ہے (موٹا قلم، شکستہ خط):

کب فقیروں کو رسائی بتِ میخوار کے پاس

تونبے بو دیجیے میخانے کی دیوار کے پاس

مژدہ اے ذوقِ اسیری کہ نظر آتا ہے

دامِ خالی قفسِ مرغِ گرفتار کے پاس

جگرِ تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا

جوئے خوں ہم نے بہائی بُنِ ہر خار کے پاس

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، ہے ہے

خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

میں بھی رک رک کے نہ مرتا جو زباں کے بدلے

دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غم خوار کے پاس

دہنِ شیر میں جا بیٹھیے، لیکن اے دل

نہ کھڑے ہو جیے خوبانِ دل آزار کے پاس

دیکھ کر تجھ کو چمن بسکہ نمو کرتا ہے

خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالبِ وحشی ہے ہے

بیٹھنا اس کا وہ آ کر تری دیوار کے پاس

135 عرشی: "تا" (بجائے "بر")۔

136 کتاب میں یہ لفظ صحیح پڑھا نہ جا سکا۔ جویریہ مسعود

137 "گداز" کو موٹے قلم سے شکستہ خط میں "وفور" بنایا ہے۔

138 اس مصرع کا کچھ حصہ کاٹ دیا ہے اور اسے موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ صورت دی ہے۔

یک جہاں گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد

139 "نظر جوش" کے نیچے شکستہ خط میں موٹے قلم سے "پرستار" لکھا ہے۔

140 اس مصرع کا ابتدائی حصہ ("تمکین بہار آتش" سے پہلے) موٹے قلم سے شکستہ خط میں بدل دیا ہے اور مصرع کی صورت یوں ہو گئی ہے:

ہوئی ہے بسکہ صرفِ مشقِ تمکینِ بہار آتش

141 حاشیے پر یہ مصرع اس طرح لکھا ہے (موٹا قلم، شکستہ خط):

نہ نکلے شمع کے پاسے نکلے گر نہ خار آتش

142 اس مصرع کو موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ اصلاح دی ہے:

اگر مضمون خاکستر کرے دیباچہ آرائی

143 یہ مصرع بد خط شکستہ میں حاشیے پر یوں بدلا ہے:

بہ تقریبِ نگارش ہائے سطر شعلہ باد آتش

144 قلمی دیوان میں یوں ہی ہے۔ واضح رہے کہ مفتی انوار الحق نے مصرع اول کا آخری لفظ "کو" بنا دیا ہے اور مصرع ثانی میں "در بنائے اعتقاد" کو "بر بنائے اعتقاد" لکھا ہے۔

145 یہ مصرع حاشیے پر بصورت ذیل بدلا ہے (موٹے، قلم سے، شکستہ خط میں):

عقل کے نقصان سے اُٹھتا ہے خیال انتفاع

146 حاشیے پر یہ مصرع یوں بدلا ہے (موٹا قلم، شکستہ):

وقتِ خیالِ جلوۂ حسنِ بتاں اسد

147 اس غزل کے مطلع کے دونوں مصرعوں کے درمیان لکھا ہے: "پسند خاطر عبدالعلے" اور ساتھ نشان ص لگا یا ہے۔ دوسرے، چوتھے اور پانچوں شعر کو اسی نشان ص سے ممتاز کیا ہے۔ غالباً یہ تین شعر عبدالعلی کو پسند آئے ہیں۔

148 چھ اشعار کی اس غزل سے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں: مفتی انوار الحق کے نسخے میں تیسرا اور چوتھا شعر باہم بدل گئے ہیں، مگر قلمی دیوان میں ترتیبِ اشعار وہی ہے جو یہاں دی گئی ہے۔ اسی غزل کے حاشیے پر ذیل کے دو شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں بڑھائے گئے ہیں:

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا

گھبرا رہی ہے بیم خزاں سے بہار حیف

جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے

اے نا تمامیِ نفسِ شعلہ بار حیف

149 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں ذیل کا شعر درج ہے:

مفتِ دل و جگر خلشِ غمزہ ہائے ناز

کاوش فروشیِ مژۂ تیز یکٔ طرف

خاص بات اس اندراج کے متعلق یہ ہے کہ یہ غالب کی تحریر سے نمایاں طور پر مشابہ ہے۔

150 عرشی: "یکٔ"۔

151 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم، شکستہ):

غیر کی منت نہ چھوڑوں گا پۓ توفیرِ درد

زخمِ دل جوں خندۂ خوباں ہیں سر تا پا نمک

152 مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ لفظ "اضارا" (بجائے "نصارا") چھپ گیا ہے۔ نسخۂ شیرانی اور نسخۂ عرشی دونوں میں "نصارا" ہے۔

153 متداول دیوان میں اس غزل کی ردیف "ہونے تک" معروفِ عام ہے مگر قلمی دیوان میں مطلع سے لے کر مقطع تک آٹھوں اشعار میں ردیف بالالتزام "ہونے تک" ہے۔

154 پانچ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں یہ دو شعر لکھے ہیں:

رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار

مژگاں کو دوں فشار پۓ امتحانِ اشک

سیلِ بنائے ہستیِ شبنم ہے آفتاب

چھوڑے نہ چشم میں تپشِ دل نشانِ اشک

155 "در حال" کو کاٹ کر اس کے اوپر لفظ "ہنگام" لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط)۔

156 اس دوسرے مطلع کے سامنے حاشیے پر نشان ص بنا کر کسی شخص نے اپنا نام لکھا ہے: "آغا علی"۔

157 کتاب میں یہ لفظ ٹھیک طرح سے پڑھا نہ جا سکا مگر سیاق و سباق سے " بخت" لفظ ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ جویریہ مسعود

158 عرشی: "نذر سبکباریِ اسد"

159 حاشیے پر گیارہ ابیات کی یہ غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے:

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفائے گُل

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گُل

آزادیِ نسیم مبارک کہ ہر طرف

ٹوٹے پڑے ہیں حلقۂ دامِ ہوائے گُل

جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے میں مر گیا

اے وائے نالۂ لبِ خونیں نوائے گُل

دیوانگاں کا چارہ فروغِ بہار ہے

ہے شاخِ گُل میں پنجۂ خوباں بجائے گُل

خوش حال اس حریفِ سیہ مست کا کہ جو

رکھتا ہو مثلِ سایۂ گُل سر بپائے گُل

ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے بہار

میرا رقیب ہے نفسِ عطر سائے گُل

مژگاں تلک رسائیِ لختِ جگر کہاں

اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گُل

شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے

مینائے بے شراب و دل بے ہوائے گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کی

خوں ہے مری نگاہ میں رنگِ ادائے گل

تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک

بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل

غالب مجھے ہے اس سے ہم آغوشی آرزو

جس کا خیال ہے گلِ جیبِ قبائے گل

160 یہ مصرع یوں بدلا ہے:

نور سے تیرے ہے اس کی روشنی

اس اصلاح کا عالم یہ ہے کہ بجنسہٖ غالب کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔

161 کتاب کے متن میں "عنچۂ" ہے مگر غنچہ ہی صحیح ہے۔ جویریہ مسعود

162 اس مصرع کی یوں اصلاح کی ہے (موٹا قلم، شکستہ، بد خط):

حسرتیں کرتی ہیں میری خاطرِ آزاد گل

163 حاشیے پر اس لفظ کو "موہوم" لکھا ہے (موٹا قلم، شکستہ بد خط)۔

164 اس مصرع پر "لالا" لکھا ہے اور حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں اس کے بجائے مصرع ذیل تحریر کیا ہے:

ہے فروغِ ماہ سے ہر موج یک تصویرِ خاک

165 اس مصرع کا آخری حصہ بعد میں "سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے" بنایا گیا ہے۔ حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ مقطع لکھا ہے:

دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد

جانتے ہیں سینۂ پر خوں کو زنداں خانہ ہم

166 اس غزل کے حاشیے پر نو اشعار کی یہ غزل درج ہے (موٹا قلم، شکستہ خط):

وہ فراق اور وہ وصال کہاں | وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

فرصتِ کاروبارِ شوق کسے | ذوقِ نظارۂ جمال کہاں

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا | شورِ سودائے خط و خال کہاں

تھی وہ خوباں ہی کے تصور سے | اب وہ رعنائیِ خیال کہاں

ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عشق | واں جو جائیں گرہ میں مال کہاں

فلکِ سفلہ بے محابا ہے | اس ستمگر کو انفعال کہاں

بوسے میں وہ مضائقہ نہ کرے | پر مجھے طاقتِ سوال کہاں

فکر دنیا میں سر کھپاتا ہے | میں کہاں اور یہ وبال کہاں

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب | وہ عناصر میں اعتدال کہاں

ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ قلمی دیوان کے کاتب نے ساتویں شعر میں لفظ "مضائقہ" کو "مضاعقہ" لکھا ہے۔

167 اس غزل کے حاشیے پر اشعار ذیل درج ہیں (موٹا قلم، شکستہ خط)۔ لطف یہ ہے کہ دوسرے شعر کا مصرع اول یوں شروع کیا ہے: "رات سے غیر کیا بنی۔۔۔" یہاں یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ چار شعر بہ ترتیب ذیل طبع ہوئے ہیں: 2، 3، 4، 1:

گر ترے دل میں ہوں خیال وصل میں شوق کا زوال

موج محیطِ آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

غیر سے رات کیا بنی، یہ جو کہا تو دیکھیے

سامنے آن بیٹھنا، اور یہ دیکھنا کہ یوں

مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح

دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں

کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی

آئنہ دار بن گئی حیرتِ نقشِ پا کہ یوں

168 اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں۔ موٹے قلم سے شکستہ مگر خوش خط لکھے ہوئے۔ یہ شعر غالب کی تحریر معلوم ہوتے ہیں۔ مفتی انوار الحق کے نسخے میں ترتیب اشعار قلمی دیوان کے اندراج کے مطابق نہیں ہے۔ اشعار ذیل میں قلمی دیوان کے حاشیے کے اندراج کی ترتیب ملحوظ رہی ہے:

عہدے سے مدح ناز کے باہر نہ آ سکا

گر اک ادا ہو تو اسے اپنی قضا کہوں

ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ

ہے ہے خدا نہ کردہ تجھے بے وفا کہوں

میں اور صد ہزار نوائے جگر خراش

تو اور ایک وہ نشنیدن کہ کیا کہوں

169 شیرانی و عرشی: "ہے" ("سے" کے بجائے)۔

170 عرشی: "جوں ذرہ صد آیئنۂ بیرنگ نکالوں"۔

شیرانی: جوں ذرہ صد آیئنۂ بے زنگ نکالوں

غالباً یہی دوسری صورت صحیح ہے۔ مفتی صاحب کے نسخے میں " ذرۂ صد آئنہ " کی ترکیب محض کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

171 اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر موٹے قلم سے شکستہ خط میں درج ہیں:

سر پر مرے وبالِ ہزار آرزو رہا   یارب میں کس غریب کا بختِ رسیدہ ہوں

ہوں گرمِ نشاط تصور سے نغمہ سنج   میں عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ ہوں

عرشی صاحب نے دوسرے شعر کو "سودائے عشق سے دم سرد کشیدہ ہوں" والی غزل کے حاشیے کا اندراج بتایا ہے جو درست نہیں۔

172 (الف) اس غزل کے حاشیے پر (موٹا قلم، شکستہ خط) یہ شعر درج ہے:

مگر آتش ہمارا کوکبِ اقبال چمکا دے

وگرنہ مثلِ خار خشک مردودِ گلستاں ہیں

(ب): اسی غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں حسب ذیل غزل درج ہے۔ یہ غزل مفتی انوار الحق کے نسخے میں صفحہ 113 پر متن میں طبع ہوئی ہے:

مانعِ دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں

ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

شوق اس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہ جہاں

جادہ غیر از نگہِ دیدۂ تصویر نہیں

حسرت لذتِ آزار رہی جاتی ہے

جادۂ راہِ وفا جز دمِ شمشیر نہیں

رنجِ نومیدیِ جاوید گوارا رہیو

خوش ہوں گر نالہ زبونی کشِ تاثیر نہیں

سر کھجاتا ہے جہاں زخمِ سر اچھا ہو جائے

لذتِ سنگ بہ اندازۂ تقریر نہیں

آئنہ دام کو پردے میں چھپاتا ہے عبث

کہ پری زادِ نظر قابلِ تسخیر نہیں

مثلِ گل زخم ہے میرا بھی سناں سے توام

تیرا ترکش ہی کچھ آہستیِ تیر نہیں

جب کرم رخصتِ بے باکی و گستاخی دے

کوئی تقصیر بجز خجلتِ تقصیر نہیں

میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب

جس کا دیوان کم از گلشنِ کشمیر نہیں

ریختے کا وہ ظہوری ہے، بقولِ ناسخ

"آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں"

173 عرشی: زمانے کے، شبِ یلدا اسے، موئے سر پریشان ہیں"

174 مفتی انوار الحق کے نسخے میں بجائے "خورشید" کے لفظ "ناہید" طبع ہوا ہے۔ عرشی صاحب بھی فرماتے ہیں کہ قلمی نسخے میں "ناہید" ہے۔ یہ درست نہیں۔

175 عرشی و عرشی: "دود" (بجائے "درد")

176 اس غزل کے حاشیے پر یہ دو شعر تحریر کیے ہیں (موٹا قلم، شکستہ خط):

دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا

بارے اپنے دردِ دل کی ہم نے پائی داد یاں

ہے مری وحشت عدوئے اعتباراتِ جہاں

مہرِ گردوں ہے چراغِ رہگزارِ بادِ یاں

177 مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے نیز نسخۂ عرشی میں یہاں "سے" کے بجائے "بھی" مگر قلمی نسخے میں یہ مصرع بصورت بالاہی درج ہے۔

178 مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں (نیز نسخۂ عرشی میں) ان لفظوں کا املا اسی طرح ملتا ہے، مگر چوتھے اور پانچویں شعر کے مصرعِ ثانی میں "سرے بہ پائے بتے" اور "دلے بہ دستِ نگارے" آیا ہے۔اس کے بر عکس نسخۂ شیرانی میں چاروں مصرعے بصورتِ اول لکھے گئے ہیں (سرے، بپائے، بتے وغیرہ)

179 ایضاً

180 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم، شکستہ):

قیامت ہے کہ سن لیلیٰ کا دشت قیس میں آنا

تعجب سے وہ بولا، یوں بھی ہوتا ہے زمانے میں

181 شیرانی: "پرِ پرواز زلفِ ناز"

182 شیرانی و عرشی : سوادِ داغِ مرہم

183 متداول دیوان میں اس مصرعے کو اس مصرعے سے بدل دیا ہے: سادہ پرکار ہیں خوباں غالب۔ جویریہ مسعود

184 اس شعر کے حاشیے پر ایک اصلاح (شکستہ، بدخط) درج ہے جو افسوس ہے کہ مجھ سے ٹھیک طرح پڑھی نہیں گئی۔شاید "مور کے پر" کے بجائے "چیونٹی کے پر" بنانے کی کوشش کی ہے۔لیکن اب اپنے لکھے ہوئے اشارے کی بنا پر میرے لیے کوئی قطعی رائے قائم کرنا دشوار ہے۔

185 اس غزل کا مقطع جو مفتی انوار الحق کے نسخے کے متن میں طبع ہوا ہے، قلمی دیوان کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں درج ہے:

بسمل اس تیغِ دو دستی کا نہیں بچتا اسد

عافیت بیزار شغل کعبتین اچھا نہیں

186 شیرانی: ورنہ کیا حسرت کشِ دامن پہ نقشِ پا نہیں

187 یہاں قلمی دیوان کے متن میں "طلسم" کے بجائے کچھ اور لفظ ہے۔ یوں: "ہائے۔۔۔ دیر میں" الخ۔ یہ لفظ، بعد میں اس بری طرح کاٹ دیا ہے کہ پڑھا نہیں جاتا مگر شروع کا "ہائے" بدستور قائم رہا ہے۔

188 یہ مصرع متن میں پہلے یوں تھا:

"ہوتے ہیں بے قدر در کنج وطن صاحب دلاں"

(مفتی انوار الحق کا نوٹ)

189 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم، شکستہ)

بر شگالِ گریۂ عشّاق دیکھا چاہیے

کھل گئی مانندِ گل سو جا سے دیوارِ چمن

190 (ا) اس غزل کے حاشیے پر حسب ذیل غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں لکھی ہے:

وارستہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو

کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگ اختلاط کا

ہے دل پہ بار، نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو

ہے مجھ کو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلہ

ہر چند بر سبیل شکایت ہی کیوں نہ ہو

پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا

یوں ہو تو چارۂ غمِ الفت ہی کیوں نہ ہو

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ

اپنے سے کھینچتا ہوں، خجالت ہی کیوں نہ ہو

ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال

ہم انجمن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو

ہنگامۂ زبونیِ ہمت ہے انفعال

حاصل نہ کیجے دہر سے، عبرت ہی کیوں نہ ہو

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں

اپنے سے کر، نہ غیر سے، وحشت ہی کیوں نہ ہو

مٹتا ہے فوتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی

عمرِ عزیز صرفِ عبادت ہی کیوں نہ ہو

اُس فتنہ خو کے در سے اب اُٹھتے نہیں اسد

اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

(ب) عرشی صاحب لکھتے ہیں کہ قلمی نسخے میں اس غزل کے مطلع کے مصرعِ اول "حسد پیانہ سے" کے بجائے "حسد پیانہ ہے۔۔۔" لکھا ہے۔

191 متداول دیوان میں یہ مصرعہ یوں ہے: "حسد سے دل اگر افسردہ ہے، گرمِ تماشا ہو"۔ جویریہ مسعود

192 متن میں "تماشا رنج" کاٹ کر "شہید درد" بنایا ہے۔

193 "عیش" کو کاٹ کر "ذوق" لکھا ہے۔

194 حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ مصرع یوں بدلا ہے:

"دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردہ کیا" ظاہر ہے کہ اس اصلاح سے حسبِ ذیل تبدیلی مقصود ہے:

"دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردگیاں"

جہاں املا کی اس قسم کی غلطیاں ملتی ہیں، وہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا موٹے قلم کی اس شکستہ تحریر کو غالب کے ہاتھ سے منسوب کرنا ممکن ہے؟

195 اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر درج ہے (موٹا قلم، شکستہ خط):

ہے سبزہ زار ہر در و دیوارِ غم کدہ

جس کی بہار یہ ہو پھر اس کی خزاں نہ پوچھ

196 یہ غزل کا دوسرا شعر ہے۔ مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ کسی غلطی سے تیسرا شعر بن گیا ہے۔

197 "ہیں" کو موٹے قلم سے کاٹ کر (متن میں) "ہوں" بنایا ہے۔

198 نسخۂ شیرانی و عرشی: "ہر تپش" (بجائے "مر تپش")۔

199 عرشی: "توڑ" (بجائے "طور")۔

200 اس مصرع کے پہلے تین لفظوں کے نیچے متن میں موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ اصلاح درج ہے: "ہے یہ سیاق"۔

201 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں حسب ذیل سات ابیات نقل ہوئے ہیں:

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے

بَھوں پاس آنکھ قبلۂ حاجات چاہیے

وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے

صاحب کے ہم نشیں کو کرامات چاہیے

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر

آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

دے داد اے فلک دلِ حسرت پرست کی

ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوری

تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو

اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو

خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

اس کے بعد اگلے صفحے کے حاشیے پر اسی خط میں ذیل کے تین شعر درج ہیں:

ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا

ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

سر پائے خُم پہ چاہیے ہنگامِ بیخودی

رو سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے

یعنی بحسبِ گردشِ پیمانۂ صفات

عارف ہمیشہ مستِ مےِ ذات چاہیے

تیس برس پہلے کے جو اشارات مجھے اس وقت میسر ہیں، اُن میں یہ آخر الذکر تین شعر ترتیبِ بالا سے درج ہیں لیکن اول الذکر سات شعروں کے متعلق افسوس ہے کہ میں نے یہ احتیاط ملحوظ نہیں رکھی۔ صرف شعر 2 کے متعلق یقین ہے کہ وہ اپنے صحیح مقام پر درج ہوا ہے۔ چنانچہ اس دوسرے شعر نیز مطلع اور مقطع سے قطع نظر باقی چار شعروں کی ترتیب اُس وقت تک مشتبہ رہے گی جب تک ہندوستان کے احباب میں سے کوئی صاحب قلمی نسخے سے رجوع فرما کے اس مسئلے کو حل نہیں کر دیں گے۔

202 کتاب کے اصل متن میں "برخود غلطیہائے" درج ہے۔اسے جدید کے مطابق " برخود غلطی ہائے" لکھا۔ جویریہ مسعود

203 قلمی نسخے میں یوں ہی ہے، اگرچہ مفتی انوار الحق کے نسخے میں کسی کارکن کی سہل انگاری کی وجہ سے "غصہ" کے بجائے "وعدہ" چھپ گیا ہے۔ نسخۂ عرشی میں بھی "وعدہ" درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرشی صاحب نے یہاں مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے پر انحصار کیا ہے۔

204 چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر موٹے قلم سے بدخط شکستہ میں درج ہیں:

خیالِ مرگ کب تسکین دلِ آزردہ کو بخشے

مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی

نہ کرتا کاش نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم

کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی

نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنے کا

کہ میری خواب بندی کے لیے ہوگا فسوں وہ بھی

205 قلمی نسخے کے متن میں "یکموج" لکھا ہے۔ (متداول نسخوں میں "اک موج" معروفِ عام ہے)۔

206 اس غزل کے حاشیے پر یہ دوسرا مقطع لکھا ہے (موٹا قلم، بدخط، شکستہ):

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد

عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

207 (ا) اس مطلع کے بجائے حاشیے پر (موٹا قلم، بدخط شکستہ) یہ دوسرا مطلع درج ہے اور متن میں درج شدہ مطلع کے دونوں مصرعوں پر اسی خط میں "لالا" لکھا ہے:

بزمِ خوباں بسکہ جوشِ جلوہ سے پُر نور ہے

پُشتِ دستِ عجزیاں ہر برگِ نخلِ طور ہے

(ب) اس غزل کے حاشیے پر یہ تین شعر درج ہیں (موٹا قلم، بد خط شکستہ):

ہے ز پا افتادگی نشہ پیمائی مجھے

بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اُٹھتی ہے صدا

ہر کوئی درماندگی میں نالے سے مجبور ہے

واں ہے تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد

یاں صریرِ خامہ مجھ کو نالۂ رنجور ہے

شعر نمبر1 اور شعر نمبر3 کے پہلے مصرعے بداہتہً ساقط الوزن ہیں۔ اس قسم کی کوتاہیوں کے باعث موٹے قلم کے بد خط محرر کی کور ذوقی ثابت ہوتی ہے اور یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ غالب کی نہیں، کسی اور شخص کی تحریر ہے۔ مفتی انوار الحق کے نسخے میں پہلے شعر کے مصرعِ اول کو یوں اصلاح دی گئی ہے:

ہے ز پا افتادگی ہی نشہ پیمائی مجھے

اور تیسرے شعر کے مصرع اول کو بطریق ذیل:

ہے وہاں تکلیفِ عرضِ بے دماغی اور اسد

صورتِ اول میں مفتی صاحب کی اصلاح قبول کی جا سکتی ہے، لیکن دوسری صورت میں "ہے تکلیف" کے دونوں لفظ بد خط کاتب نے اس طرح ساتھ ساتھ لکھے ہیں کہ ان کے درمیان "وہاں" کا دخل بہ تکلف ہی ممکن ہے۔

208 عرشی: "معذور" (بجائے "مجبور")۔

209 اس مقطع کے دونوں مصرعوں میں حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں "جس جگہ ہو مسند آرا" اور "اُس جگہ" بنایا گیا ہے۔ مفتی انوار الحق نے اس اصلاح کو اپنے مطبوعہ نسخے کے متن میں جگہ دی ہے۔

210 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے یہ دو شعر (بد خط، شکستہ) لکھے ہیں:

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا

نے بھاگنے کی گوں، نہ اقامت کی تاب ہے

جادادِ بادہ نوشیِ رنداں ہے شش جہت

غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے دوسرے شعر کے پہلے مصرع کا املا بد خط شکستہ لکھنے والے نے یوں کیا ہے:

جانداد بادہ نوشیِ زنداں ہے ششجہت

"جانداد" سے قطع نظر "زنداں" کا "زند" حاشیے میں بہت نمایاں ہے۔اندریں حالات موٹے قلم کے شکستہ اندراجات کو غالب کی تحریر ماننا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

211 1938ع کے لیے ہوئے اشارات مجھے یہ نہیں بتاتے کہ قلمی نسخے میں اس مصرع کی کیا صورت ہے۔ مطبوعہ نسخے میں جو صورت ملتی ہے اُس نے مصرع کو بداہتہً مہمل بنا دیا ہے۔ میری رائے میں یہ مصرع دراصل یوں ہے: مینائے مے ہے سروِ نشاط بہارِ مے عرشی صاحب نے صورتِ ذیل کو ترجیح دی ہے:

مینائے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے

نیز نسخۂ شیرانی میں بھی یہی صورت ہے۔

212 اس غزل کے شروع میں حاشیے پر "فوجدار محمد خاں بہادر" کی 1248ھ کی مہر لگی ہے۔

213 "سراسر" پر "لا" لکھ کر "ہے" سے پہلے لفظ "وفا" کا اضافہ کیا ہے۔اس طرح مصرع کی صورت بعد از ترمیم یوں ہو گئی ہے:

ریزشِ خونِ وفا ہے جرعہ نوشی ہائے یار

214 مطبوعہ نسخے میں کاتب نے شاید غلطی سے "نام" درج کیا ہے۔

215 اس غزل کے اوپر لفظ "غلط" لکھا ہے۔ (موٹا قلم، شکستہ، بد خط)۔

216 " قلمی نسخے میں اس مصرع کا کوئی لفظ بہ سہوِ کاتب رہ گیا ہے کیونکہ متن میں یہ مصرع یوں درج ہے:

"کہ عید خلق یہ حیراں ہے قربانی"

جو کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا۔ میں نے جسارت کر کے ایک لفظ "چشم" بڑھا دیا ہے۔ اربابِ نظر اس جرات کو معاف فرما کر خود تصحیح فرمالیں۔" (مفتی انوار الحق کا نوٹ)۔

217 اس غزل کے حاشیے پر دس ابیات کی یہ غزل تحریر ہے (موٹا قلم، شکستہ بد خط):

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی

میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہم سے

کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی

اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے

غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو

آگہی گر نہیں، غفلت ہی سہی

عمر ہر چند کہ ہے برق خرام

دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں

نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی

کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف

آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خُو ڈالیں گے

بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد

گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

218 اس شعر کے مقابل حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):

سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر

مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب ہائے ہجراں کی

219 "تہید ستی" جدید املا کے مطابق "تہی دستی" لکھا ہے۔ جویریہ مسعود

220 قلمی نسخے میں یہ لفظ "گو" ہی ہے، اگرچہ مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں متداول صورت "گر" اختیار کی گئی ہے۔

221 چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل تین شعر لکھے ہیں (موٹا قلم، بد خط، شکستہ):

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہلِ ہوس شاید

یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

کروں بیدادِ ذوقِ پر فشانی عرض کیا قدرت

کہ طاقت اُڑ گئی اُڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

کہاں تک روؤں اس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہے

مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

222 متن میں "کیا" کے نیچے "یہ" لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ) یہاں کسی لغزشِ قلم سے میرے اشارات "یہ" کو حاشیے کا اندراج بتاتے ہیں حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ" کا لفظ "کیا" کے "بالکل نیچے" ہے۔

223 اس چھوٹی سی غزل کے حاشیے پر ایک پانچواں شعر درج ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ):

یقیں ہے آدمی کو دست گاہِ فقر حاصل ہو

دمِ تیغِ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے

224 اس غزل کے حاشیے پر یہ ساتواں شعر لکھا ہوا ملتا ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ):

نہ ہووے کیونکہ اُسے فرض قتلِ اہلِ وفا

لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

مفتی انوار الحق نے اس شعر کو متن میں جگہ دی ہے مگر اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ شعر حاشیے سے متن میں منتقل ہوا۔

225 اس مصرع پر نشان "ــٓ" بنا ہے اور پھر حاشیے پر یہی نشان بنا کر موٹے قلم سے شکستہ خط میں مصرعِ ذیل تحریر کیا ہے:

"بہ کسوتِ عرقِ شرم قطرہ زن ہے خیال"

226 چھ ابیات کی اس غزل کے حاشیے پر یہ شعر لکھا ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ):

رفوئے زخم سے مطلب ہے لذت زخمِ سوزن کی

سمجھیو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے

227 مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں "غنچۂ دل" ہے، جو بداہتہً سہوِ کاتب ہے۔

228 قلمی نسخے میں اس غزل اور اس سے اگلی غزل (تشنۂ خون تماشا جو وہ پانی مانگے) کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں چھ ابیات کی وہ غزل درج ہے جس کا مطلع ہے:

باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے

کر دیا ہے پا بہ زنجیرِ رمِ آہو مجھے

لیکن چونکہ یہی غزل آگے چل کر متن میں موجود ہے، اس لیے باقی شعر یہاں حاشیے میں نہیں دیے جا رہے ہیں:

229 یہ شعر قلمی نسخے کے متن میں یوں بدلا گیا ہے:

یادِ مژگاں میں بہ نشتر زار سودائے خیال

چاہیے وقتِ تپش یک دست صد پہلو مجھے

(یہ حاشیہ مفتی انوار الحق کے نسخے کے نوٹ مندرجہ صفحہ 174 پر مبنی ہے)۔

230 اس مصرع میں "ہے اسد" کے لفظ کاٹ کر "غالب" لکھا گیا ہے اور مصرع کی صورت یوں ہو گئی ہے:

"خوبرویوں نے بنایا غالب بد خو مجھے"

ملاحظہ ہو مفتی انوار الحق کے نسخے میں صفحہ 174 کے حاشیے کا نوٹ۔

231 اس سے پہلے (ایک صفحہ چھوڑ کر) یہی غزل موٹے قلم سے شکستہ خط میں حاشیے پر درج ملتی ہے۔ اسی شکستہ خط میں اب یہاں متن میں اس غزل پر "غلط، مکرر نوشتہ شد" لکھا ہے۔

اس سلسلے میں مفتی انوار الحق کے اُس نوٹ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اس سے ما قبل اسی زمین کی غزل (ہم زباں آیا نظر فکرِ سخن میں تو مجھے) کے حاشیے پر دیا ہے: "قلمی دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزل پہلے کہی گئی تھی، پھر اس کے کچھ عرصے بعد اس طرح کی دوسری غزل کہی گئی جو آگے آتی ہے۔ چنانچہ اس نسخے پر نظرِ ثانی کرتے وقت اس غزل کے حاشیے پر اسے غالباً غالب نے خود بڑھا دیا۔ مگر چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی لکھی ہوئی موجود تھی اس لیے وہاں حاشیے پر یہ لکھ دیا کہ "غلط، مکرر نوشتہ شد"۔

مفتی صاحب کا یہ بیان کہ چند صفحے بعد دیکھا تو وہ غزل پہلے ہی موجود تھی، محل نظر ہے۔ قلمی نسخے میں دونوں غزلوں کے درمیان صرف ایک غزل کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح میرے قلم بند کیے ہوئے اشارات بتاتے ہیں کہ اس دوسری غزل پر متن میں (نہ کہ حاشیے پر) "غلط، مکرر نوشتہ شد" لکھا ہے۔

232 مصرع کی یہ صورت مفتی انوار الحق کے نسخے کے اندراج کے مطابق نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے مصرع اُسی طرح لکھا ہے جس طرح دیوان کے اکثر متداول نسخوں میں ملتا ہے۔ تاہم مفتی صاحب نے اپنے مطبوعہ نسخے کے صفحہ 174 پر جو نوٹ لکھا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قلمی نسخے کے متن میں یہ مصرع اسی صورت میں درج ہے جو میں نے اُوپر اختیار کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب کا بیان ہے کہ قلمی نسخے کے حاشیے پر یہ اصلاح موجود ہے:

"گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی"

میرے اپنے اشارات میں اس قسم کی کوئی یادداشت نہیں ملتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں نے مطبوعہ نسخے کے مذکورۂ بالا نوٹ کی تصریحات پر اکتفا کیا۔

233 یہ مصرع موٹے قلم سے شکستہ خط میں یوں بدلا ہے:

"زمیں جوشِ طرب سے جامِ لبریز سفالی ہے"

234 متن میں اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے بدخط شکستہ میں "غلط" لکھا ہے۔

235 اس غزل پر بھی بعینہٖ اُسی طرح "غلط" لکھا ہے جس طرح غزلِ ماسبق پر۔

236 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے بدخط شکستہ میں یہ پانچ شعر لکھے ہیں: غبارِ دشتِ وحشت سرمہ سازِ انتظار آیا

کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے

زبس دوشِ رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا

جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی

کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

رہا بے قدر دل درپردۂ جوشِ ظہور آخر

گل و نرگس بہم آئینہ وا قلیم کوراں ہے

اسد بدنِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ

اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

237 "یہ" بمعنئ" اس قدر" جویریہ مسعود

238 عرشی: جادو (بجائے جادہ)۔ مطبوعہ نسخے میں "جادہ" بداہتہً سہوِ کاتب ہے۔

239 اس غزل کے اوپر موٹے قلم سے شکستہ خط میں " مکرر نوشتہ شد" لکھا ہے۔ وجہ شاید یہ ہے کہ ابیات 3، 4، 6 ایک صفحہ پہلے (قلمی نسخے کے) حاشیے پر درج ہو چکے ہیں۔

240 اس غزل کے اوپر بھی موٹے قلم سے شکستہ خط میں "مکرر نوشتہ شد" لکھا ہے، حالانکہ اس کا صرف ایک شعر (3) اسی زمین کی ایک سابق غزل کے حاشیے پر درج شدہ اشعار میں آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر 231 ہو)

241 اس غزل کے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں حسب ذیل شعر لکھا ہے:

توڑ بیٹھے جب کہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا

آسماں سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

242 متن میں پہلے اس مصرع کے حصۂ آخر کے اوپر "خامشی میں بھی نوا پرداز ہے" لکھا ہے اور پھر کاٹ دیا ہے۔

243 عرشی: "بال و پرِ پرواز"۔

244 اس غزل کے حاشیے پر ذیل کے تین شعر موٹے قلم سے بد خط شکستہ میں لکھے ہوئے ہیں:

جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں

ہم نہیں جلتے، نفس ہر چند آتشبار ہے

ہے وہی بد مستیِ ہر ذرہ کا خود عذر خواہ

جس کے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے

مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی

زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے

245 اس غزل کے حاشیے پر سات اشعار کی حسبِ ذیل غزل لکھی ہے (موٹا قلم، بد خط شکستہ)۔ عجیب بات ہے کہ حاشیے کی غزل کے تیسرے شعر کے تقریباً سامنے متن کی مندرجہ غزل کا دوسرا شعر آتا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک ہی شعر حاشیے اور متن میں دوبارہ آمنے سامنے لکھا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ عجیب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حاشیے کے ان اندراجات کے عین بالمقابل وہ صفحہ ہے جس کے متن میں اگلی سے اگلی غزل (اثر سوز محبت کا۔۔۔الخ) درج ہے:

اثر سوزِ محبت کا قامت بے محابا ہے

کہ رگ سے سنگ میں تخمِ شرر کا ریشہ پیدا ہے

بہ سعیِ غیر ہے قطعِ لباسِ خانہ ویرانی

کہ تارِ جادۂ رہ رشتۂ دامانِ صحرا ہے

تصرف وحشیوں میں ہے تصورہائے مجنوں کا

سوادِ چشمِ آہو عکسِ خالِ روئے لیلیٰ ہے

خزاں کیا، فصلِ گل کہتے ہیں کس کو، کوئی موسم ہو

وہی ہم ہیں، قفس ہے، اور ماتم بال و پر کا ہے

تصور بہرِ تسکینِ طپیدن ہائے طفلِ دل

بہ باغِ رنگ ہائے رفتہ گلچینِ تماشا ہے

مجھے شب ہائے تاریک فراقِ شعلہ رویاں میں

چراغِ خانۂ دل سوزشِ داغِ تمنا ہے

ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں

ستمگر! ناخداترس! آشنا کش! ماجرا کیا ہے؟

246اس مقطع کے مصرع اول کا آخری لفظ متن میں "ہے" نہ کہ "ہو" حسبِ نسخۂ مفتی انوار الحق درج ہوا ہے۔ اسے متن ہی میں بدل کر خوش خط "ہو" بنا دیا ہے۔ اسے اس سے زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ بعد میں اس مقطع پر "لا۔لا۔لا" لکھ دیا ہے اور اس کے بجائے اس غزل کے حاشیے پر لکھی ہوئی غزل کے مقطع کو یہاں منتقل کرنا چاہا ہے۔

247مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ غزل چھٹے شعر پر ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نسخۂ عرشی ظاہر کرتا ہے کہ قلمی دیوان میں حسب ذیل مشہور مقطع موجود ہے:

اسد ہے نزع میں چل بے وفا برائے خدا

مقام ترکِ حجاب و وداعِ تمکیں ہے

248اس غزل کے حاشیے پر حسبِ ذیل سات اشعار درج ہیں۔ ان میں سے پانچ شعر یعنی پہلا، تیسرا، چوتھا، پانچواں اور ساتواں، چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچ کر کاٹ دیے گئے ہیں۔ مگر ان کے پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ان شعروں کے املا کی بعض خصوصیتیں قابل ذکر ہیں۔ دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں "مری" کو "مبری" نیز "فضا" کو "فزا"۔ اور دوسرے مصرع میں "اِسی" کو بالوضاحت "اوسی" لکھا ہے۔ چوتھے شعر میں "نشاطِ دیدۂ بینا" کے بعد لفظ "ہے" غائب ہے۔ پانچویں شعر کے مصرع ثانی میں قافیہ "وا" لکھا ہے مگر متن کی اگلی سے اگلی غزل کا پانچواں شعر دیکھیے تو یہ قافیہ "پا" درج ہوا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔ ان تصریحات کے بعد سات ابیات کی اس غزل کی نقل مطابقِ اصل پیش کی جاتی ہے:

بہ بزم مے پرستی حسرت تکلیف بے جا ہے

کہ جام بادہ کف بر لب بہ تکلیف تقاضا ہے

میری ہستی فزائے حیرت آباد تمنا ہے

جسے کہتے ہیں نالہ وہ اوسی عالم کا عنقا ہے

نہ لائی شوخی اندیشہ تاب درد نومیدی

کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

نشاط دیدۂ بینا کو خواب و چہ بیداری

بہم آوردہ مژگاں روئے بر روئے تماشا ہے

نسودے آبلوں میں گر سرشک دیدۂ نم سے

بجولاں گاہ نومیدی نگاہ عاجزاں وا ہے

وفائے دلبراں ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم

اثر فریاد دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے

اسد یاس تمنا سے نہ رکھ امید آزادی

گداز ہر تمنا آبیار ہر تمنا ہے

249 اس شعر کے مصرع اول پر اصلاح ذیل موٹے قلم سے خوش خط شکستہ میں درج ہے:

عزیزو ذکرِ وصلِ غیر سے مجھ کو نہ بہلاؤ

250 متن کی گزشتہ سے پیوستہ غزل کے حاشیے پر جو سات شعر درج ہیں، اُن میں سے پانچ اشعار (نمبر1، نمبر3، نمبر4، نمبر 5، نمبر7) اس غزل کے پانچ اشعار سے ملا کر پڑھنے چاہئیں

(1) اس غزل کا مطلع بجنسہ مذکورۂ بالا شعر نمبر1 ہے۔

(2) غزل کا دوسرا شعر مذکورۂ بالا پانچ اشعار میں نمبر4 ہے، جہاں "بوسۂ روئے تماشا" کے بجائے "روئے بر روئے تماشا" درج ہوا ہے۔

(3) تیسرا شعر مذکورۂ بالا شعر نمبر3 سے اس حد تک مختلف ہے کہ یہاں اگرچہ "کفِ افسوس ملنا" درج ہوا ہے۔ظاہر ہے کہ حاشیے کا یہ اندراج بعد کی اصلاح کی نقل ہے۔

(4) پانچواں شعر بجنسہٖ مذکورہ بالا شعر نمبر5 ہے، بجز اس فرق کے کہ یہاں متن میں قافیہ "پا" ہے اور وہاں حاشیے میں قافیہ "وا" ہے، جو ممکن ہے سہو کاتب ہو۔

(5) مقطع کا مصرع اول دونوں جگہ مشترک ہے مگر حاشیے کا اندراج "گداز ہر تمنا۔۔۔" الخ۔ بعد کی اصلاح کی نقل معلوم ہوتا ہے۔

251 عرشی: "رندے"۔

252 مطبوعہ نسخہ ان پانچوں اشعار کی ردیف میں "جائے" درج کرتا ہے۔ مگر نسخۂ عرشی میں "جاوے" ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔

253 عرشی: "رویانیدن"۔

254 اس غزل کے حاشیے پر موٹے قلم سے شکستہ خط میں یہ دو شعر درج ہیں:

کیوں نہ ہو بے التفاتی اس کی خاطر جمع ہے

جانتا ہے محوِ پرسش ہائے پنہانی مجھے

میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی

لکھ دیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے

255 عرشی: "گیا" (بجائے "گئ")

256 "خودفروشیہائے" کو جدید املا کے مطابق "خودفروشی ہائے" لکھا۔ جویریہ مسعود

257 مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں یہ مصرع یوں ہے:

فریاد اسد ہے نگہی ہائے بتاں سے

اس صورت میں مصرع مہمل معلوم ہوتا ہے، اس لیے یہاں متن میں مطبوعہ نسخے کی ہو بہو نقل کے بجائے یہ مصرع نسخۂ عرشی سے لیا گیا ہے۔

258 مفتی انوار الحق کے نسخے میں یہ لفظ "ایجاء" چھپا ہے اور افسوس ہے کہ میرے اپنے لکھے ہوئے اشارت میں اس لفظ کی تصحیح محفوظ نہیں ہے۔ "ایجاء" چونکہ صراحتہً غلط ہے اس لیے یہاں یا تو "ایجاز" لکھ دینا ممکن تھا اور یا "ایجاد"۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں پروفیسر شیرانی کا جو مخطوط محفوظ ہے، اس میں یہ لفظ "ایجاد" لکھا ہے۔ میں نے اسی سند پر اس لفظ کو "ایجاد" بنادیا ہے۔

259 شیرانی: "ہے"۔

260 متداول دیوان میں غالب نے لفظ " وفا" کو " نشاط" کر دیا ہے اور کیا خوب کیا ہے کہ اس ایک تبدیلی سے معنی آفرینی کی حد کر دی ہے۔ جویریہ مسعود

261 مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے میں اس مصرع کی صورت یہ ہے:

قاصد تپشِ نالہ سے یارب خبر آوے

مولانا عرشی نے "سے" کو سہو کاتب بتایا ہے اور مصرع کو وہ صورت دی ہے جو یہاں متن میں اختیار کی گئ ہے۔

262 مفتی انوار الحق کے نسخے میں (نیز نسخۂ عرشی میں) "نقدر نجم" چھپ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسے "نقدِ انجم" پڑھنا چاہیے۔

263 عرشی: "کردن"۔

264 یہ مصرع کاتبِ غزل نے اس طرح نقل کیا ہے:

غیر کو کیونکر وہ یارب۔۔۔

265 کاتب نے یہ مصرع یوں لکھا ہے: "ہو کے عاشق وہ پری وش اور نازک بن گیا" مگر لفظ "وش" کے اوپر لفظ "رخ" بھی درج کیا ہے۔

266 کاتب نے یوں لکھا ہے: "رنگ شہرت ندیا نادیا تازہ خیالی نے مجھے"۔

268 کاتب: " دل کو"

269 کاتب: " کرے قتل لگاوٹ میں۔۔۔"

270 کاتب: "دیکھا جنبش لب ہی۔۔۔"

271 پہلے "جذبہ" کے بعد "الفت" لکھا ہے، پھر اسے کاٹ دیا ہے اور آگے مصرع موجودہ شکل میں لکھا ہے۔

272 کاتب: "داستانی شوق طولانی" لطف یہ ہے کہ یہاں کے شعروں میں کہیں کہیں غالب کی تحریر کی بھی جھلک نظر آتی ہے۔

273 کاتب: "اودہر وہ بدگمانی ہے ایدہر یہ ناتوانی ہے"۔

274 کاتب: "نہ پوچھا جائے ہے مجھ۔۔۔"۔

275 "ناامیدی کو" ناامید" درج کیا ہے مگر پھر بھی یہ مصرع غالب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

276 اس سے ما قبل کا شعر اس نقل میں شامل نہیں ہے۔ کاتب سے شاید سہواً حذف ہو گیا ہے۔

277 کاتب: "دوڑے ہے ایک گل ولالہ پر خیال"۔

278 کاتب: "پھرتا (بجائے، چاہتا" کے) ہوں نامۂ اعمال (اعمال، کا لفظ کاٹ دیا ہے) دلدار کھولنا"۔

279 کاتب نے "مقابل" کے بعد "میں" نہیں لکھا۔

☆☆☆

☆☆☆

پروف ریڈنگ: جویریہ مسعود، اویس قرنی اور اعجاز عبید

ای بک کی تشکیل: اعجاز عبید